تصوف
۸۳

R JUNG ESTATE LIBRARY
General Section

حقیقت کی سیر

یعنی منظوم ترجمہ مع رباعیات

حضرت
سلطان ابوسعید ابوالخیر

رحمۃ اللہ علیہ

از جناب

مولوی مقصود احمد صاحب مجددی رامپوری

منشی سید قربان علی بسمل ایڈیٹر اردوئے معلےٰ
نے اپنے
مطبع فیض بخش دہلی میں چھپوا کر شایع کیا

تصوف
۸۹۱.۴۳۱۲
ا ب و
۸۳

التماس طابع وناشر

سب سے پہلے مین نے حضرت سرمد شہید رح کی رباعیون کا منظ
شائع کیا جو بفضلہ تعالیٰ پبلک مین مقبول ہوا پھر ۱۹۲۴ء مین حضرت حکیم
نیشاپوری کی رباعیان معہ ترجمہ منظوم طبع کین اس کتاب کو بھی ملک نے بسید
آج حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی رباعیون کا ترجمہ بھی نظم ا
شائع کیا جاتا ہے. حضرت ابوالخیر کی رباعیون کا ترجمہ جناب مولوی مقصد
صاحب مجددی رامپوری نے کیا ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
علیہ کے خاندان سے منسلک ہین. مجھے اس ترجمہ کی تعریف و توصیف مین کچھ
کی ضرورت نہین ہے دیکھنے والے خود دیکھ لین گے.

عاصی۔ قربان علی بسمل

ایڈیٹر اردوئے معلیٰ دہلی

۱۳. ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۳ اپریل ۱۹۳۱ء

۸۶۱٫۳۱۲
۹۶۱
۱۱۷۷
KING FAISAL ... Oriental Section ... PRINTED BOOKS

۱۹۶۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کا اسم شریف ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے۔ آپکی ولادت باسعادت دشت خاوران کے قصبہ منہنہ میں ہوئی۔ شیخ تقریباً ۳۵۶ھ یا ۳۵۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپنے آنکھ کھولی تو جلیل القدر اولیاء اللہ کو دیکھا۔ پرورش پائی تو ذی مرتبہ علماء و عرفاء کی گودوں میں۔ سچ ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ حق تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اپنے واسطے منتخب فرمالیتا ہے اور اپنا محبوب بنالیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اُس کے واسطے سے بندگانِ خدا ہدایت پائیں اور رُشد حاصل کریں تو ایسا شخص پیدائشی ہی ولی ہوا کرتا ہے اور حق تعالیٰ علم ظاہر و باطن۔ شریعت اور طریقت کے مخفی خزانے اُسکے سینے میں ودیعت فرما دیتا ہے۔ ایسا شخص اپنے ساتھ سب کچھ لئے ہوئے دنیا میں آتا ہے، مگر وہ خود نہیں جانتا کہ میرے پاس کیا ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے اس لئے اُن علوم و معرفت کے جاننے کے واسطے بظاہر تھوڑے سے سبب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِدھر سبب کو اختیار کیا اور اُدھر خود بخود وہ جوہر کھلتے گئے جو اس چلتے پھرتے مٹی

کے پُتلے میں پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ اللہ اللہ انسان کی ہستی بھی عجیب ہستی ہے بے ہمہ اور با ہمہ کا مصداق یہی ہے معقولی کہتے ہیں اجتماع ضدین محال ہے۔ مگر اس مٹی کی مورت کا نظام ترکیب کیا باعتبار ظاہر اور کیا بلحاظ باطن نقیض در نقیض اور ضد در ضد ہے آخر کیوں نہو یہہ اشرف المخلوقات ہے۔ یہہ خلیفۃ اللہ ہے۔ پھر اس سے کون بازی لے جا سکتا ہے۔ بہرحال آمدم برسر مطلب۔ ان ہی انسانوں میں کے ایک انسان حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ لباس تو خاکی تھا۔ مگر مرتبہ عرشی اور معارف لامکانی سے حق تعالیٰ نے سرفرازی بخشی تھی۔

ان کا زمانہ بھی وہ زمانہ تھا کہ حضرت جنیدؒ اور جناب شبلیؒ کی آنکھیں دیکھنے والے موجود تھے۔ علاوہ براں اُس وقت کوئی ملک اور شہر اسلامی ایسا نہ تھا جہاں علماء کی مجلسیں علم ظاہری سے گرم اور صوفیوں کے صومعے علم باطن سے منوّر نہوں۔ چنانچہ جب حضرت پیدا ہوئے تو ہر طرف سے اولیاء اللہ نے اس مادرزاد ولی کی پیدایش کی حضرت ابوالخیرؒ کو مبارکبادیں دیں اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ غرض یہہ ہے کہ حضرت ابوسعیدؒ پرورش پاتے رہے اور تحصیل علم ظاہر و باطن کا سلسلہ دن بدن بڑھتا رہا۔ سب سے پہلے آپ علماء رغزنی کے درس میں شریک ہوئے اور رفتہ رفتہ حدیث و فقہ میں بڑا مرتبہ درسوخ حاصل کیا۔ چونکہ آپ کی خلقت و طینت میں تصوّف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لئے خواہ مخواہ زیادہ شوق ادھی کا تھا اور بیشتر تصوّف ہی کی کتابیں دیکھتے رہتے تھے۔ جب اس فن میں زیادہ توغل ہوا تو دل نے کہا اغیار سے کنارہ کرو اور گوشۂ تنہائی اختیار کرو اس لئے آپ باجازت اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ایک علیحدہ مکان میں رہنے لگے اور مکان کو اقوال صوفیائے کرام اور

قرآن مجید کی آیات کے کتبوں سے جا بجا خوب سجایا۔ ایک روز آپ کے والد ماجدؒ اس مکان میں آپ کے پاس تشریف لائے۔ مکان کی سجاوٹ دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم نے تصوف کے کتبوں سے مکان آراستہ کیا ہے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ نے جواب دیا کہ بابا جان آپ کا مکان تصویروں سے آراستہ ہے اور تصویریں بھی شاہانِ وقت اور اُمرائے زمانہ کی اور ان سے ہی آپ کو اُلفت ہے۔ میں نے بھی اپنے کاشانے کو اُن چیزوں سے پیراستہ کیا ہے جن سے مجھے اُنس ہے اور اس امید پر ایسا کیا ہے کہ شاید کسی وقت محبوب حقیقی مجھ پر مہر کی نظر ڈالے اور دولتِ عشق سے مالامال ہو جاؤں۔ حضرت ابوالخیرؒ پر ان کی تقریر کا اس قدر اثر ہوا کہ اپنے مکان کی تمام تصویریں نکال پھینکیں۔ اس کے بعد حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ اپنے والد ماجد کے فرمانے سے **مرو** تشریف لیگئے اور پانچ برس کامل **عبداللہ حصری** اور **قفال** کے درس میں شریک رہ کر علوم شرعیہ میں کمال اور تکمیل کا درجہ حاصل کیا۔ دن بھر تحصیل علوم میں مشغول رہتے اور رات بھر عبادت فرماتے۔ مگر ابتک باقاعدہ علم باطنی کی تعلیم کسی شیخ سے حاصل نہیں فرمائی تھی۔ اس کے بعد **سرخس** چلے آئے اور **ابوعلی فقیہ** کی خدمت میں رہ کر فقہ و تفسیر میں مزید مہارت تامہ حاصل فرمائی مگر ہر وقت اہل اللہ کی لو لگی رہتی تھی۔ حق تعالیٰ نے ان کا مقصد حاصل فرمایا۔ یعنی سرخس ہی میں حضرت **لقمان** رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت لقمانؒ مجنون بہت بڑے کامل مجذوب تھے اور بڑے قوی التصرف تھے۔ اس کا قصہ اس طرح ہے کہ شارستان سرخس کے کنارے انھوں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اپنی کملی کی سلائی کر رہے ہیں۔ ان ہی بزرگ کا نام شیخ لقمان تھا۔ یہ دیکھ کر یہ بھی وہاں جا کھڑے ہوئے اور اس طرح کھڑے

ہوئے کہ سایہ کملی پر پڑتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نعمان نے سر اُٹھا کر کہا کہ میاں لڑکے کچھ خبر بھی ہے ہم نے تم کو بھی اس کملی کے ساتھ سی دیا اور حضرت شیخ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی کی خانقاہ میں لائے اور اُن کے سپرد کر گئے اور شیخ ابوالفضل سے فرمایا کہ جب تک زندہ ہو ابوسعید کی تربیت کرنا۔ شیخ ابوالفضل کے انتقال کے بعد حضرت ابوسعید رح شیخ ابوالعباس قصاب آملی کی خدمت میں رہے۔ مگر حقیقتاً جو کچھ تربیت پائی اور جس قدر معرفت الٰہی حاصل کی وہ شیخ ابوالفضل کی خدمت میں ہی حاصل کی۔ اُن کے انتقال کے بعد ابوالعباس قصاب رحمہ اللہ کی خدمت نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اب کیا تھا حضرت شیخ اکسیر ہو گئے۔ جس پر نظر ڈالی سونا بنا دیا حضرت اُن متقدمین بزرگوں میں ہیں کہ جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ یہ اُن صوفیوں میں نہ تھے کہ جو شریعت و طریقت کو جداگانہ سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ کا مسلک ہی یہ تھا کہ اتباع شریعت ہی طریقت و حقیقت ہے اور یہی اصل وجہ ان کے علو مرتبت کی ہے ان کے زمانے میں جسقدر کاملین و عارفین تھے سب ان کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے اور سب سنجر تھے۔ ان کی بزرگی کا حال اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے (جن کے مزار مبارک پر حضرت سلطان الہند غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے زمانے تک چلہ کشی کی ہے) جلیل القدر بزرگ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر معتکف رہے ہیں۔ ایک روز حضرت داتا صاحب حضرت شیخ کے مزار مبارک پر مراقب تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید کبوتر اُڑتا ہوا آیا اور حضرت شیخ کی قبر پر جو تھیلی پڑی ہوئی تھی اُس کے نیچے چلا گیا۔ انھوں نے اٹھکر تھیلی کو دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ دو تین روز یہی

واقعہ دیکھا۔ حیران تھے کہ یہ عجیب قصہ ہے؟ ایک شب خواب میں شیخ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ وہ کبوتر دراصل میری صفائی معاملہ ہے جو ہر روز مجھ سے ملنے آتی ہے۔

شیخ کے کشف و کرامات اسقدر ہیں کہ اس مختصر تحریر میں اُن کی گنجایش نہیں ہے کسی نے شیخ سے دریافت کیا کہ بعض اہل اللہ دریا پر چلتے ہیں اور چشم زدن میں ملے الارض کر لیتے ہیں بعض ہوا میں اُڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خس و خاشاک میں پانی چلتا ہے (یعنی بہتا چلا جاتا ہے) شیطان دم بھر میں کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔ مکھیاں بھی ہوا میں اُڑتی ہیں۔ جو اہل اللہ ہیں اُن کے نزدیک یہ اُمور بے معنی ہیں اور نسبت الی اللہ تعالیٰ علٰحدہ چیز ہے۔ مرد خدا وہ ہے جو دنیا میں ایک نکاح کرے۔ بیوی بچوں کے اور تمام مخلوق کے حقوق اور پھر حقوق اللہ دونوں کو شریعت کے مطابق بے کم و کاست ادا کرے اور پھر ایک لحظہ بھی یاد الٰہی سے غافل نہو رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ کا وہی شخص مصداق ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ سے کسی نے حدیث شریف تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ساعت اپنی ہستی میں فکر کرنا ایک سال کی اُس عبادت سے بہتر ہے جو خودی کے ساتھ ادا کی جائے اور یہہ رباعی فرمائی:۔

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز — نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز — چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

شیخ محمد ابو نصر جلیبی نامی ایک بزرگ تھے اُنھوں نے حضرت شیخ کی بہت شہرت سُنی۔ اتفاقاً خواجہ ابو بکر خطیب مرو سے نیشاپور جا رہے تھے۔ جب شیخ

ابونصر سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے کہا کہ شیخ ابوسعید سے مل کر ہمارے ایک سوال کا جواب لیتے آنا اور سوال یہ ہے کہ "آثار کے لئے محو ہے" خواجہ نے کہا لکھ کر دیجئے چنانچہ شیخ ابونصر نے لکھدیا۔ خواجہ نیشابور پہنچے تو سرائے میں اُترے۔ انھوں نے دیکھا کہ دو شخص مجاور پکار رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شیخ ابوسعید صاحب نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ میرے پاس آکر سرائے میں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی فرمایا:۔

اھلا لسعدی الرسول وحبذا وجہ الرسول لحب المرسل

اور فرمایا وہ خط تو دو، دیکھوں ابونصر نے کیا سوال کیا ہے۔ خواجہ نے خط پیش کیا۔ فرمایا جب جاؤ گے جواب لیتے جانا۔ خواجہ نے چند روز رہ کر واپسی کے وقت جواب طلب کیا۔ فرمایا کہ اس پیر سے کہدینا کہ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (یعنی عین ہی کو بقا نہیں اثر کہاں رہیگا) یعنی جب حقیقت کا اظہار ہوا پھر کوئی چیز باقی نہ رہی کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ خواجہ نے سر جھکا کر عرض کی میں سمجھا نہیں۔ فرمایا یہہ رباعی یاد کرلو بس یہی جواب ہے۔

جسم ہمہ اشک گشت وچشم بگریست — در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند و ایں عشق از چیست — چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

خواجہ نے مرو میں آکر شیخ ابونصر کو یہہ رباعی سُنائی۔ رباعی سُنتے ہی ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اس حال میں ایک ہفتہ زندہ رہے بالآخر بعد ایک ہفتے کے انتقال ہوگیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حال مطابق قال تھا یعنی باطن وظاہر شریعت غرا کے موافق تھا سرمو فرق ہونے نہ پاتا تھا۔ اور علاوہ علم وفضل ظاہری وباطنی کے حضرت شیخ شاعر بھی تھے مگر نہ وہ شاعری جسکے متعلق قرآن مجید میں مذمت فرمائی گئی ہے کہ اَلشُّعَرَآءُ

یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ الخ بلکہ آپ تلامیذ رحمٰن میں سے تھے اور ان الشعر الحکمۃ و ان الحکمۃ لسحرا کے مصداق۔ آپ کی شاعری آپ کے جذبات و ارادات عشق الٰہی نظم کرنا تھا۔ یہہ جذبات اور یہہ واردات ہر وقت آپ پر وارد و طاری ہوتے رہتے تھے۔ کل اناء یترشح بما فیہ ظاہر ہے انسان ضبط بھی کہاں تک کر سکتا ہے اسلئے خود بخود حضرت شیخ کی زبان واردات و جذبات نظم کی شکل میں آجاتے تھے اور ایک مصلحت یہہ بھی تھی کہ اس کلام سے بڑے بڑے کاملین نے فوائد حاصل کئے اور تا قیامت حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت شیخ کا تمام کلام صرف رباعیات ہی ہیں۔ اگرچہ عمر خیام رباعیات کا حاکم ہے مگر حضرت شیخ نے جو بات کہ رباعیات میں بیان فرمادی عمر خیام کو اُس کی ہوا بھی نہ لگی۔ قال کو حال سے نسبت نہیں ہو سکتی۔ تمام متقدمین کیطرح حضرت شیخ کی زبان بھی صاف و سادہ ہے اور مفہوم اس قدر دلچسپ کہ جسکا بیان مشکل البتہ کہیں کہیں تجنیس خطی و لفظی ضرور پائی جاتی ہے مگر وہ بھی نہایت حُسن و خوبی سے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خزان کے موسم میں حضرت شیخ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ موسم خزان کا تھا اُس درخت کے پتے بالکل زرد تھے۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ:۔

تو از مہر زردو من از مہر زردم　　تو از مہر ماہ و من از مہر ماہ

حضرت شیخ کے مرتبۂ فنا کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ خواجہ مظفر خداوندی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت شیخ کا ذکر ہو رہا تھا۔ خواجہ نے کہا مجھ میں اور شیخ ابو سعید میں یہ نسبت ہے کہ جس طرح پیمانہ میں ایک دانہ ہو اور وہ دانہ شیخ ابو سعید ہے۔ حضرت شیخ

کے مریدین و مخلصین نے جب یہ سُنا تو اُن کو ناگوار گذرا اور حضرت شیخ سے یہ واقعہ حاضر ہوکر عرض کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ خواجہ سے جاکر کہو کہ وہ ایک دانہ بھی تو ہی ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔

ایک روز حضرت شیخ کے روبرو کسی قوال نے یہ بیت پڑھی ؎

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت تا بر لب تو بوسہ دہم چونش بخوانی

حضرت شیخ نے دریافت کیا یہہ بیت کس کی ہے؟ قوال نے عرض کی عمارہ کی حضرت شیخ نے فرمایا۔ چلو کہ عمارہ کی زیارت کریں۔ چنانچہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ جاکر اُن کی زیارت کی اور خود یہ رباعی پڑھی (رباعی)

در راہ یگانگی نہ کفراست و نہ دیں یک گام ز خود بروں نہ و راہ ببیں

اے جانِ جہاں تو راہِ اسلام گزیں با مارِ سیہ نشین و با خود منشیں

حضرت شیخ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حجاب آسمان و زمین، عرش و کرسی نہیں ہیں بلکہ خود انسان کی خودی حجاب ہے۔ چاہئے کہ اس خودی کو درمیان سے اُٹھائے تاکہ شاہدِ حقیقی جلوہ گر ہو۔

حضرت شیخ کی عمر شریف ۸۳ سال ۴ ماہ کی ہوئی اور شب جمعہ ماہ شعبان سنہ ۴۴۰ ہجری کو انتقال ہوا۔ یہہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے حسبِ ذیل اشعار پڑھے جائیں۔

اشعار

خوبتر اندر جہاں زیں چہ بود کار دوست بر دوست رفت یار بر یار

آں ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی واں ہمہ گفتار بود ویں ہمہ کردار

(مقصود احمد مجددی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بازآ - بازآ - ہرآنچہ ہستی بازآ گر کافر و گبر و بُت پرستی بازآ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست ۱ صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

جو کچھ بھی ہے جو حال ہے تیرا - آجا کافر ہے کہ بُت پرست و ترسا - آجا
درگاہ ہماری نہیں جائے حرماں ۱ سو مرتبہ گو توڑی ہو توبہ - آجا

نسیما - جانبِ بستاں گذر کن بگو آں نازنیں شمشاد قدرا
بہ تشریفِ قدومِ خود زمانے ۲ مشرف کن خراب آبادِ مارا

نسیم صبح تو گلشن میں جا کے یہ کہنا اُس حسیں شمشاد قد سے
کہ اپنے دم قدم سے آ کے دم بھر ۲ شرف دیراں کدے کو میرے بخشے

خداوندا بگردانی بلا را ازیں آفت نگہداری تو مارا
بحقِ آں دو گیسوئے محمدؐ ۳ زبوں گرداں زبردستانِ مارا

خداوندا بلا کو دور کر دے اس آفت سے مجھے محفوظ رکھ لے
طفیلِ گیسوئے مشکینِ احمدؐ ۳ دکھا نیچا زبردستوں کو سب سے

وافریاد از عشق وافریادا — کارم بیکے طرفہ نگار افتادا
گر داد من شکستہ دادا۔ دادا — ورنہ من و عشق ہر چہ بادا۔ بادا ۴

اس عشق کے ہاتھوں سے ہوں میں فریادی — اک طرفہ جفا کار سے کی ہے یاری
انصاف جو مجھ شکستہ دل کا نہ ہوا — تو میں ہوں اور عشق۔ خواہ پھر ہو کچھ بھی

یارب بمحمد و علی و زہرا — یارب بحسین و حسن آل عبا
از لطف برآر حاجتم در دو سرا — بے منتِ خلق یا علی الاعلےٰ ۵

یارب بہ محمد و علی و زہرا — یارب بحسین و حسن آل عبا
حاجت مری تو لطف سے پوری کر دے — بے منتِ خلق اے علی الاعلےٰ ۵

اے دلبرِ ما۔ مباش بے دلبرِ ما — یک دلبرِ ما۔ بہ از صد دلبرِ ما
نہ دلبرِ ما۔ نہ دلبر اندر برِ ما — یا دلبرِ ما۔ فرست یا دلبرِ ما ۶

بے یار مرے پہلو میں اے دل ٹھہر — سو دل سے ہمارے۔ ایک دلبر بہتر
پہلو میں ہمارے دل آغوش میں یار — دلبر کو۔ نہیں تو۔ دل کو بھیج۔ ربِ اکبر ۶

منصور حلاج آں نہنگِ دریا — کز پنبۂ تن دانۂ جاں کرد جدا
روزے کہ انا الحق بزباں می آورد — منصور کجا بود۔ خدا بود خدا ۷

منصور حلاج وہ نہنگِ دریا — کی جانِ عزیز جسم سے جس نے جدا
جس روز انا الحق کہ زباں پر لایا — منصور کہاں تھا وہ۔ خدا تھا وہ خدا ۷

من دوش دعا کردم و باد - آمینا — تا بہ شود آں دو چشم بادامینا

از دیدۂ بد خواہ ترا چشم رسید — ۸ — در دیدۂ بد خواہِ تو بادا - مینا

آمین کہی ہوا نے کل دعا جو مانگی — تا کہ ہوں - وہ بادام سی - آنکھیں اچھی
بدخواہ جو تیرا ہے ہوئی اُس کی نظر — ۸ — اللہ کرے پھوٹیں نہ آنکھیں اُس کی

اے کردہ عمت غارتِ ہوشِ دلِ ما — در دِ تو شدہ خانہ فروشِ دلِ ما

رندی کہ مقدساں از و محرومند — ۹ — عشق تو مرا اُو گفت - بگوشِ دلِ ما

کب چین غمِ عشق میں آیا دل کو — فرقت میں تری درد نے مارا دل کو
رندی - کہ ہیں زاہدان خشک اُس سے محروم — ۹ — اُس نے ہی ترا عشق سکھایا دل کو

در دیدہ بجائے خواب آب است مرا — زیرا کہ بدیدنت شتاب است مرا

گویند بخواب - تا بخوابش بینی — ۱۰ — اے بیخبراں چہ جائے خواب است مرا

ہیں اشک بجائے خواب آنکھوں میں مری — ہے مدِ نظر یہ - تجھے دیکھوں جلدی
سب کہتے ہیں سو جا کہ نظر آئے یار — ۱۰ — اے بے خبرو - نیند کی یہ کیا ہے گھڑی

تا در رسید - چشم خونخوار ترا — خواہم کہ کشد جانِ من آزار ترا

یارب کہ ز چشم زخمِ دوراں ہرگز — ۱۱ — در وے نرسد نرگسِ بیمار ترا

جب سے نظر بد - تری آنکھوں کو لگی — خواہش ہے کہ پہنچے مجھے تکلیف تری
آفات زمانہ سے خدا تجھکو بچائے — ۱۱ — بیمار ہو نرگس بیمار کبھی

مہمانِ تو خواہم آمدن جانانا — می توانی کن ز حاسداں پنہانا
خالی کن ایں خانہ زبس مہمانا — با ما کس را بخانہ در منشانا ۱۲

جی میں ہے کہ مہمان ہوں۔ یار ترا — خلوت میں رقیبوں سے الگ مجکو بلا
خالی ہو گھر ایسا کہ نہ ہو غیر کوئی — اور کوئی نہ ہو پاس ترے میرے سوا ۱۲

آں رشتہ کہ قوت روان ست مرا — آرائش جانِ ناتوان ست مرا
بر لب چو کشی جاں کشدم از پے آں — پیوند جو بارشتۂ جان ست مرا ۱۳

وہ رشتۂ اُلفت کہ ہے زندگانی اُس سے — دم میں مرے قوت ہے روانی اُس سے
اظہار کرے تو۔ تو خدا ہو جاؤں — ہے جان کا پیوند نہانی اُس سے ۱۳

تا چند کشم غصۂ ہر ناکس را — وز خشتِ خود خاک شوم ہر کس را
کارم بدعا چو بر نمی آید راست — دادم سہ طلاق ایں فلک اطلس را ۱۴

کب تک میں اٹھاؤں غصہ ہر ناکس کا — ذلت سہوں نا اہل کی کب ہے اچھا
دوں۔ تین طلاقیں آسماں کو اُس دم — کچھ کام نہ جب دُعا سے نکلے اپنا ۱۴

ہر گاہ کہ بینی دو سہ سر گرداں را — عیب رہ مرداں متواں کرد آں را
تقلید دو سہ مقلد بے معنی — بدنام کند رہ جواں مرداں را ۱۵

دو ایک کو آوارہ اگر تو دیکھے — مردانِ خدا پر نہ لگا عیب اُس سے
تقلید سے بے معنی مقلدوں کی اکثر — ہو جاتے ہیں بدنام خدا کے بندے ۱۵

دنیا جم را و قیصر و خاقاں را تسبیح ملک را و صفا رضواں را
دوزخ بہ بداں بہشت مر نیکاں را ۱۶ جاناں ما را و جانِ ما جاناں را

ہے قیصر و جم کے لیے دنیا زیبا تسبیح ملک کے لیے رضواں کو مُنیا
دوزخ ہے بدوں کے لیے نیکوں کو بہشت ۱۶ جاناں کی مری جاں تو جانِ جاناں میرا

وصل تو کجا و من مہجور کجا دروانہ کجا و حوصلۂ مور کجا
ہر چند ز سوختن ندارم باکے ۱۷ پروانہ کجا و آتشِ طور کجا

تیرا کہاں وصل اور یہ مہجور کہاں دروانہ کہاں و حوصلۂ مور کہاں
ہر چند میں ڈرتا نہیں جلنے سے مگر ۱۷ پروانہ کہاں اور آتشِ طور کہاں

بر تافت عنانِ صبر و ہوی از جانِ خراب شد ہیچ ز کاب حلقۂ چشم از تب و تاب
دیگر چہ عناں نہ پیچم از حکم تو سر ۱۸ گر دولت پابوس تو یابم چو رکاب

اب صبر کے قابل نہ رہی جانِ خراب آنکھوں میں پڑے حلقے بڑھا جب سے تب و تاب
سر تابی ترے حکم سے ہرگز نہ کروں ۱۸ پابوسی کی دولت جو ملے مثلِ رکاب

از چرخ و فلک گردش یکساں مطلب وز دور زمانہ عدل سلطاں مطلب
روزے پنج کہ در جہاں خواہی بود ۱۹ آزار دل ہیچ مسلماں مطلب

اس چرخ سے تو گردشِ یکساں کو نہ چاہ اور دورِ جہاں میں عدلِ سلطاں کو نہ چاہ
جو عمر کہ پنج روزہ تیری گذرے ۱۹ لازم ہے کہ آزارِ مسلماں کو نہ چاہ

گہ میگردم بر آتش ہجر کباب — گہ سر گردان بحر غم ہمچو حباب
القصہ چو خار و خس درین دیر خراب — گہ بر سر آتشم گہے بر سر آب ۲۰

جلتا ہوں کبھی ہجر میں مانند کباب — یا بحر الم میں غوطہ زن مثل حباب
القصہ جہاں میں خار و خس کی مانند — ہوں آگ میں جلتا تو کبھی بر سر آب ۲۰

کارم ہمہ نالہ و خروش است امشب — نے صبر پدید است و نہ ہوش است امشب
دوشم خوش بود ساعتے پنداری — کفارۂ خوش دلی دوش است امشب ۲۱

اس رات سراکام ہے فریاد و فغاں — اب صبر کہاں اور مجھے ہوش کہاں
کل عیش میں گذری جو گھڑی۔ آجکی رات — بدلہ ہے اُسی کا۔ مجھے ہوتا ہے گماں ۲۱

اے آئینۂ حسن تو در صورت زیب — گرداب ہزار کشتیٔ صبر شکیب
ہر آئینہ کہ غیر حسن تو بود — خواند خروش سراب صحرائے فریب ۲۲

صورت کا تری حسن ہے خود آئینہ — کشتی کے لئے صبر کی۔ گرداب بلا
جو دل بھی۔ کہ ہو حسن سے تیرے خالی — عقل اُسکو سمجھتی ہے سراب صحرا ۲۲

دور از تو فضائے دہر بر من تنگ است — دارم دلکے کہ زیر صد من سنگ است
عمریست کہ مدتش زماں را عار است — جانیست کہ بردنش اجل را ننگ است ۲۳

فرقت میں تری وبال ساری دنیا — سو من کا پہاڑ۔ میرے دل پر ہے دھرا
وہ عمر۔ کہ دن جسکے۔ جہاں کیلئے ننگ — وہ جان۔ جسے۔ اجل نہ چاہے لے جانا ۲۳

آں را کہ قضا ز خیلِ عشاق نوشت آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت

۲۴

دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال از خویش گذشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت

جو شخص ازل ہی سے کہ عاشق ٹھہرا تجانۂ و مسجد سے وہ آزاد ہوا
عاشق کو برابر ہے۔ وہ ہو ہجر کہ وصل ۲۴ کیا جنت و دوزخ۔ جو خود ہی سے گذرا

اے دل ہمہ خوئے شیکبائی چیست وے جاں بدر آ ایں ہمہ رعنائی چیست

۲۵

اے دیدہ چہ مردمیت شرمت بادا نادیدہ بجالِ دوست بینائی چیست

دل! ہو ہمہ تن خوں۔ شکیبائی کیا؟ اے جان نکل آ۔ کہ یہ رعنائی کیا؟
اے آنکھ! یہ مردمی ہے کیا شرم تو کر بے دیکھے ہوئے یار کے بینائی ۲۵ کیا؟

دل عادت و خوئے جنگجوئی تو گرفت جاں گوہر ہمت سر کوئے تو گرفت

۲۶

گفتم بخطت جانب ما را گیر ایں ہم طرفِ روئے نکوئے تو گرفت

دل نے تری خوئے جنگجوئی سیکھی کی جان نے ہمت۔ کہ وہ ہے تیری گلی
ہو جائے ہمارا۔ خطِ عارض سے کہا ۲۶ رخسار کی اُس نے بھی طرفداری کی

گفتار نکو دارم و کردارم نیست از گفت نکوئے بے عمل عارم نیست

۲۷

دشوار بود کردن و گفتن آساں آساں بسیار ہیچ دشوارم نیست

گفتار اگر اچھی ہے تو کردار نہیں اس بے عملی سے مجھے کچھ عار نہیں
کرنا جو ہے دشوار۔ تو آساں کہنا ۲۷ آساں تو بہت ہے۔ کچھ بھی دشوار نہیں

اے خواجہ ترا غم جمال ما ہست — اندیشۂ باغ و راغ و خرمن گاہ ست
۲۸
ما سوختگان عالم تجرید یم — مارا غم لا الٰہ الا اللہ ہست

اے خواجہ تجھے ہے فکر حسن دلدار — تو ہے غم باغ و راغ و خرمن سے بزار
۲۸
ہم عالم تجرید کے ہیں سوختہ تن — ہم کو غم لا الٰہ الا اللہ سے کار

گویند دل آئینۂ آئیں عجب است — در روے رخ شاہدان خود بیں عجب است
۲۹
در آئینہ روے شاہدان نیست عجب — خود شاہد و خود آئینہ ایں عجب است

سب کہتے ہیں دل بھی ہے عجب آئینہ — پھر اس میں رخ شاہد خود بیں کیسا
۲۹
یار آئے نظر اس میں۔ تو حیرت نہیں کچھ — خود شاہد و خود آئینہ کیونکر وہ ہوا

در ہجر ایم قرار می باید و نیست — آسایش جان زار می باید و نیست
۳۰
سرمایۂ روزگار می باید و نیست — یعنی کہ وصال یار می باید و نیست

فرقت میں جو چاہا بھی تو آیا نہ قرار — آسائش جان چاہی ولیکن بے کار
۳۰
سرمایۂ روزگار چاہا — نہ ملا — یعنی مجھے ہرگز نہ ہوا وصل یار

روزم بغم جہان فرسودہ گذشت — شب در ہوس بودہ و نابودہ گذشت
۳۱
عمرے کہ از و دمے جہانے ارزد — القصہ بفکرہائے بیہودہ گذشت

دن میرا غم جہاں میں سارا گذرا — بیکار ہوس میں وقت سب صرف ہوا
۳۱
جس عمر کا اک دم ہے جہاں کی قیمت — القصہ۔ کٹی یوں ہی نہ کچھ کام کیا

گریم زغمِ تو زار و گوئی زرق است
چوں زرق بود کہ دیدہ و رخ غرق است

۳۲

تو پنداری کہ جملہ لہا دلِ تو است
نہ نہ صنما۔ میانِ دلہا فرق است

تم کہتے ہو مکر ہیں ہوں غم سے روتا
وہ مکر ہے کب۔ لہو جو آنکھوں سے بہا

۳۲

اپنا سا ہر اک دل کو سمجھتے ہو تم
ہرگز نہیں۔ دل۔ دل میں بھی ہے فرق بڑا

آں راکہ فنا شیوہ و فقر آئین است
نہ کشف و یقین نہ معرفت نہ دین است

۳۳

رفت او ز میاں ہمیں خدا ماند خدا
الفقر اذا تم ہو اللہ این است

جس نے کہ کیا فقر و فنا کا شیوا
ہے کشف و یقین و معرفت دیں کچھ اُس کا

۳۳

خود مست گیا جب وہ۔ تو خدا ہی ہے خدا
اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ ہُوَ اللہ یہ رہے

کردم تو بہ شکستنش روز نخست
چوں شکستم تو بہ ام خواندی چست

۳۴

القصہ ز مام تو بہ ام در کفِ تست
یکدم نہ شکستہ اش گذاری نہ درست

تو بہ شکنی میری ازل سے تھی لکھی
پھر حکم ہے تو بہ کا۔ جو تو بہ توڑی

۳۴

القصہ مری تو بہ ترے ہاتھ میں ہے
ہے ڈھیل کبھی اُس میں کبھی مضبوطی

دنیا بمثل چو کوزۂ زرین است
گہ آب در و تلخ و گہے شیرین است

۳۵

تو غرہ مشو کہ عمرِ من چندین است
کیں اسپِ اصیل مدام زیرِ زین است

دنیا بمثال کوزۂ زرّیں ہے
پانی کبھی اُس کا تلخ اور کبھی شیریں ہے

۳۵

تو غرہ نہ کر کہ عمر تیری ہے بہت
یہ اسپِ اصیل۔ مدام زیرِ زیں ہے

تا در نہ رسد وعدۂ ہر کار کہ ہست — سوئے نہ دہد یاری ہر یار کہ ہست
۳۶
تا از حمتِ سرماؤ زمستاں نکشد — پُر گل نشود دامنِ ہر خار کہ ہست

وقت آئے نہ جبتک نہ ہو پورا وعدا — ہر دوست کی یاری میں نہیں نفع ذرا
۳۶
برداشت نہ جبتک کرے سردی گرمی — ہر خار کا دامن نہ ہو پھولوں سے بھرا

یارب تو ز مانہ را دلیلے بفرست — نمرود ان را پشۂ چو پیلے بفرست
۳۷
فرعونیگان ہمہ ز بر دست شدند — موسیٰ و عصا و رود نیلے بفرست

دنیا کے لیے راہ نما۔ رب غفور — نمرودوں کا سر توڑے۔ کرایسا مور
۳۷
ظالم ہوئے فرعون صفت بھیجدے پھر — موسیٰ و عصا و رود نیل ضرور

آساں آساں ز خود امان نتواں یافت — ویں شربتِ شوق رائگاں نتواں یافت
۳۸
زاں مے کہ عزیز جانِ مشتاقاں است — یک جرعہ بصد ہزار جاں نتواں یافت

آسان نہیں اپنی خودی کا کھونا — یہ شربت شوق۔ تحفہ کس نے ہے پیا
۳۸
وہ مے کہ عزیز جانِ مشتاقاں ہے — گھونٹ اُس کا ہزار جان دیکر ملا

از درد نشاں مدہ کہ در جانِ تو نیست — بگذر ز دلا یتے کہ آنِ آنِ تو نیست
۳۹
از بیخردی بود کہ با جوہریاں — لاف از گہرے زنی کہ در کانِ تو نیست

نام اُس کا نہ لے نہو جو درد دل کے اندر — جوشے نہیں تیری اُس سے کر قطع نظر
۳۹
ہے جوہریوں کے سامنے حماقت کی دلیل — شیخی تو بگھارے نہو معدن میں گہر

چشمم ہمہ اشک گشت جسم بگریست ● در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند ایں گریہ چیست ۴۰ چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

آنکھیں ہوئیں اشک، جسم میرا رویا ● بے جسم ترے عشق میں جینا اچھا
میں ہی نہ رہا تو پھر یہ روتا ہے کون ۴۰ معشوق ہوا میں۔ تو کون عاشق ٹھہرا

تا پائے تو رنجہ گشت و با درد بساخت ● مسکیں دلِ رنجور من از درد گداخت
گویا کہ زروزگار دردے دارد ۴۱ ایں درد کہ در پائے تو خورد انداخت

جب سے کہ ترا پاؤں دُکھا۔ درد ہوا ● میرے دلِ رنجور میں بھی درد اُٹھا
گویا کہ زمانے کو ہے اس درد کا درد ۴۱ جو درد کہ جا کر ترے قدموں پہ پڑا

عشق تو بلائے جان درویش من است ● بیگانہ نمی شود مگر خویش من است
گفتم سفرے کنم ز غم بگریزم ۴۲ منزل منزل غم تو در پیش من است

ہے عشق بلائے جان میں ہوں بیدل ● بیگانہ نہیں ہوتا ہے مجھ پر مائل
میں نے کہا اس غم سے بچوں کر کے سفر ۴۲ تیرا ہی رہا غم مجھے منزل منزل

زاں مے خوردم کہ روح پیمانۂ اوست ● زاں مست شدم کہ عقل دیوانۂ اوست
دودے بمن آمد آتشے با من زد ۴۳ زاں شمع کہ آفتاب پروانۂ اوست

پیتا ہوں وہ مے کہ روح جسکا پیمانہ ہے ● میں مست ہوں اُسکا ہوش جسکا دیوانہ ہے
جلتا ہوں میں اُس شمع کے دھوئیں سے جسکا ۴۳ یہ مہرِ جہاں تاب بھی پروانہ ہے

زنار پرست زلف عنبر بویت • محراب نشین گوشۂ ابرویت
۴۴ یارب تو چہ کعبہ کہ باشد شب و روز • روئے دل کافر و مسلماں سویت

زنار پرست کوئی گیسو کا ہوا • بے گوشہ نشیں کوئی ترے ابرو کا
۴۴ کعبہ ہے عجب تو بھی۔ الٰہی۔ کہ جدھر • روئے دل کافر و مسلماں دیکھا

با دل گفتم کہ اے دل احوال تو چیست • دل دیدہ پر آب کرد و بسیار گریست
۴۵ گفتا کہ چگونہ باشد احوال کسے • کو را بمراد دیگرے باید زیست

احوال جو میں نے اپنے دل سے پوچھا • اشک آنکھوں میں بھر لایا بہت پی کے دیا
۴۵ کہنے لگا اُس شخص کا احوال ہی کیا • مرضی پہ ہو دوسرے کی جس کا جینا

اے مقصد خورشید پرستاں رویت • محراب جہانیاں خم ابرویت
۴۶ سرمایۂ عیش تنگدستاں دہنت • سر رشتۂ دلہائے پریشاں مویت

ہے مقصد خورشید پرست روئے نیکو • اور اہل جہاں کے لئے معبد ابرو
۴۶ سرمایۂ عیش تنگدستوں کا۔ دہن • سر رشتہ پریشان دلوں کا۔ گیسو

غم عاشق سیئہ بلا ہر دم ماست • خوں در دل آرزو ز چشم تر ماست
۴۷ ہاں غیر۔ اگر حریف یابی پیش آئے • کاسا لماس بجائے بادہ در ساغر ماست

آزار طلب سینہ کا عاشق ہے غم • خونِ دلِ آرزو ہے اشکِ پیہم
۴۷ اے غیر حریف ہے تو میدان میں ترا • پی جا کہ بجائے مے ہے پیمانہ میں سم

ذرکشورِ عشق جائے آسایش نیست — آنجا ہمہ کاہشت افزائش نیست
بے درد و الم توقع درمان نیست ۴۸ — بے جرم و گنہ امید بخشائش نیست

یہ کشورِ عشق جائے آرام نہیں — راحت کا بجز رنج کہیں نام نہیں
بے درد و الم نہیں امید درماں ۴۸ — بے جرم گنہ بخشش و انعام نہیں

عشق آمد و گرد فتنہ بر جانم ریخت — عقلم شد و صبر رفت و ہوشم بگریخت
زیں واقعۂ سخت دوست دستم بگرفت ۴۹ — چوں دید کہ ہر چہ داشت در پایم ریخت

عشق آیا تو جان پر وہ آئی آفت — عقل و خرد و صبر ہوئے سب رخصت
اس واقعۂ سخت میں جو کام آیا دوست ۴۹ — کی اُس نے مری ہر ایک ممکن خدمت

گر مُردہ بوم برآمدہ سالے بیست — چہ پنداری کہ گورم از عشق تہیست
گر دست بخاکِ من نہی کاگیجا ست ۵۰ — آواز دہم کہ حالِ معشوقم چیست

مر کر مجھے ہو بیس برس کا عرصہ — کیا عشق سے خالی مرا مدفن ہوگا
تو خاک کی چٹکی بھی اٹھائے گا اگر ۵۰ — پوچھوں گا یہی۔ یار ہے میرا کیسا

اے قبلۂ ہر کہ مقبل آمد رویت — روئے ہمہ مقبلانِ عالم سویت
امروز کسے کز تو بگرداند روئے ۵۱ — فردا بکدام رو بہ بیند سویت

چہرہ ترا قبلہ ہے ہر اک مقبل کا — ہر صاحب اقبال کا تو قبلہ نما
بدبخت اگر آج پھر ترا تجھ سے کوئی ۵۱ — کس منہ سے وہ کل دیکھیگا دیدار ترا

از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است ہستی و تو ابعش ز ما منکوب است
این اوست پدید گشتہ در صورتِ ما ۵۲ این قدرت و فعل از ان بما منسوب است

ہے نیستی و عجز ہی - ہم سے مطلوب ہستی و لوازم اُسکے ہم سے منکوب
صورت میں ہماری خود ہوا وہ ظاہر ۵۲ ہیں قدرت و فعل صرف ہم سے منسوب

گر سُبحہ صد دانہ شماری خوب است ور جام مے از کف نگذاری خوب است
گفتی چہ کنم - چہ تحفہ آرم بر دوست ۵۳ ہیچ از دو جہاں ہر آنچہ آری خوب است

سو دانے کی تسبیح شماری بھی بھلی پیمانۂ مے ہاتھ میں - اچھا وہ بھی
تو کہتا ہے - لیجاؤں میں کیا یار کے پاس ۵۳ آورد کے ساتھ - پھر ہے ہر چیز کھری

آلودۂ دنیا جگرِ ریش تر است آسودہ تر است ہر کہ درویش تر است
ہر خر کہ بروز نگی و زنجیرے ہست ۵۴ چوں بر نگری بار بر و بیش تر است

آلودۂ دنیا ہے زیادہ مُضطر جو جتنا ہے درویش ہے آسودہ تر
جس خر پہ کہ زنگولہ و زنجیر بھی ہو ۵۴ اُسپر ہی زیادہ بار ہوگا اکثر

دی شب کہ دلم ز تاب ہجراں میسوخت اشکم ہمہ در دیدۂ گریاں می سوخت
می سوختم آنچناں کہ غیر از دلِ تو ۵۵ بر من دلِ کافر و مسلماں می سوخت

کل شب تپ فرقت میں جلا کچھ ایسا جو اشک تھا آنکھوں میں جلا خشک ہوا
القصہ جلا اتنا - کہ اِک تیرے سوا ۵۵ مجھپر دل ہر گبر و مسلمان جلا

سیمابی شد ہوا و زنگاری دشت — اے دوست بیا و بگذر از ہر چہ گذشت

۵۶

گر میل وفا داری۔ اینک دل و جاں — ور میل جفا داری اینک سر و طشت

چلتی ہے ہوا۔ سبز ہوا۔ سارا دشت — آبا۔ قصور بخش میرا۔ سر دست

۵۶ ہے میل وفا اگر تو حاضر دل و جاں — ہے خواہش جور اگر۔ تو یہ ہے سر طشت

عقرب (برج) سر زلف یار و مہ چنبر اوست — شیریں سخنی کہ شہد در شکر اوست

۵۷

با ایں ہمہ کبر و ناز کاندر سر اوست — فرماں دہِ روزگار فرماں بر اوست

عقرب (برج)۔ سر زلف۔ چاند اُس کا حلقہ — شیریں سخنی میں شہد و شکر کے سوا

۵۷ با ایں ہمہ کبر و ناز جو ہے اُس کو — فرماں دہِ روزگار اُس کا بندا

اے دل چو خدنگت رگِ جاں بگشودست — منمائے بکس خرقۂ خوں آلودت

۵۸

می نال چنانکہ۔ نشنوند آوازت — می سوز چنانکہ برنیاید دودت

جب تیر نظر تیری رگِ جاں میں لگے — اے دل۔ نہ کوئی بوند لہو کی دیکھے

۵۸ آواز سنے نہ کوئی اس طرح سے رو — یوں جل۔ کہ دھواں تک نکلنے پائے

سر سخن دوست۔ نمی یارم گفت — در لیست گراں بہا۔ نمی یارم سُفت

۵۹

ترسم کہ بخواب در بگویم۔ بکسے — شبہاست کزیں خوف نمی یارم خفت

سر سخن دوست۔ نہیں کہہ سکتا — موتی ہیں گراں بہا۔ پرونا کیسا

۵۹ کہہ گذروں کسی سے نہ کہیں خواب میں — راتیں ہوئیں۔ اس ڈر سے نہیں میں سویا

در بحرِ یقیں کہ دُرِ تحقیق بسے است — گرداب در و چو دم کشی نفسے است
ہر گوش صدف حلقۂ چشمت پُر آب — ہر موج اشارۂ ز ابرِ وئے کسے است

پُر از دُرِ تحقیق یقیں کا دریا — اُس میں ہے فقط یہ نفس گرداب بلا
ہر سیپی اشارہ چشم پُر اشک کا ہے — ہر موج میں ابرو کا کسی کے نقشا

شب آمد و رفتم اندر غم دوست — ہم بر سرِ گریہ چشم را خوست
از خونِ دلم ہر مژۂ پنداری — نختے است کہ پارۂ جگر بر سر اوست

شب ہوتے ہی غم نے مجھے آکر گھیرا — تم جانو! کہ آنکھوں کی تو خو ہے رونا
سمجھو اُسے پلکوں پہ جو خونِ دل ہے — ہر نوکِ مژہ پر اک جگر کا ٹکڑا

گفتی کہ فلاں زیادِ ما خاموش است — از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است
شرمت باد! ہنوز خاکِ درِ تو — از گرمیٔ خونِ دلِ من در جوش است

کیا کہتا ہے؟ میں یار تجھے بھول گیا — اُلفت میں کسی اور کی مدہوش ہوا
کچھ شرم تو کر! خاک ہے تیرے در کی — اب تک ہے مرے خون کی گرمی پیدا

آں شب کہ مرا بوصلِ آں مہ رنگ است — بالائے شبم کوتہ و پہنا تنگ است
واں شب کہ ترا بر منِ مسکیں جنگ است — شب کور و خروس گنگ پیروں لنگ است

جس شب کہ مجھے ہوتا ہے وصلِ جاناں کی خوشی — ہوتی ہے وہی رات نہایت چھوٹی
جو رات جُدائی میں مری کٹتی ہے — ہوتی ہے وہی رات نہایت ہی بڑی

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست — آغشتہ بخون عاشق افگاریست
ہر جا کہ پری رخے و گلرخسارے ست — ما را ہمہ درخور است مشکل کاریست

کانٹا بھی ہے دشت خاوراں میں جو کوئی — آلودۂ خونِ عاشقاں ہے وہ بھی
۶۴ گلرو نظر آتے ہیں جہاں میں ہم کو — ہم سب پہ ہی مرتے ہیں بڑی مشکل ہے

اے دل غمِ عشق از برائے من و تست — سر بر خطِ او نہ کہ سزائے من و تست
۶۵ تو چاشنیٔ درد نہ دانی ورنہ — یکدم غمِ دوست خونبہائے من و تست

دل! ہے غمِ عشق میرے اور تیرے لیئے — مان اُس کا کہا۔ کہ ہم ہیں لائق اس کے
۶۵ معلوم نہیں لذتِ درد تجھکو۔ ورنہ — تھوڑے سے غمِ یار پہ۔ ہم ہوں صدقے

ناکامیم اے دوست ز خود کامیٔ تست — ویں سوختگیہائے من از خامیٔ تست
۶۶ مگذار کہ در عشقِ تو رسوا گردم — رسوائیٔ من باعثِ بدنامیٔ تست

ناکام ہوں میں تیری ہی خود کامی سے — میں جلتا ہوں اے یار تری خامی سے
۶۶ ایسا نہ ہو میں عشق میں رسوا ہو جاؤں — میں ڈرتا ہوں صرف تیری بدنامی سے

بر من در وصل بستہ میدارد دوست — دل را بفراق خستہ میدارد دوست
۶۷ من بعد من و شکستگی ز در دوست — چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

مجھ پہ در وصل بستہ رکھتا ہے دوست — دل ہجر میں خستہ رکھتا ہے دوست
۶۷ اب میں ہوں شکستگی ہے اصیار کا در — جب دوست۔ دل شکستہ رکھتا ہے دوست

در بحرِ یقیں کہ دُرِ تحقیق بسے است
گرداب در و چو دم کشی نقسے است

ہر گوش صدف حلقۂ چشمت پُر آب
ہر موج اشارۂ ز ابرِ وئے کسے است ۶۰

پُر از دُرِ تحقیق یقیں کا دریا
اُس میں ہے فقط یہ نفس گرداب بلا

ہر سیپی اشارہ چشم پُر اشک کا ہے
ہر موج میں ابرو کا کسی کے نقشا ۶۰

شب آمد و رفتم اندر غم دوست
ہم بر سرِ گریہ چشم را خوست

از خونِ دلم ہر مژۂ پنداری
لختے است کہ پارۂ جگر بر سرِ اوست ۶۱

شب ہوتے ہی غم نے مجھے آکر گھیرا
تم جانو! کہ آنکھوں کی تو خو ہے رونا

سمجھو اُسے پلکوں پہ جو خونِ دل ہے
ہر نوکِ مژہ پر اک جگر کا ٹکڑا ۶۱

گفتی کہ فلاں زیادِ ما خاموش است
از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است

شرمت باد! ہنوز خاکِ درِ تو
از گرمیٔ خونِ دلِ من در جوش است ۶۲

کیا کہتا ہے؟ میں یار تجھے بھول گیا
اُلفت میں کسی اور کی مدہوش ہوا

کچھ شرم تو کر! خاک ہے تیرے در کی
اب تک ہے مرے خون کی گرمی پیدا ۶۲

آں شب کہ مرا بوصلِ آں مہ رنگ است
بالائے شبم کوتہ و پہنا تنگ است

واں شب کہ ترا برمنِ مسکیں جنگ است
شب کو روخ روشن گنگ پر ویں لنگ است

جس شب کہ مجھے ہوتی ہے وصل جاناں کی خوشی
ہوتی ہے وہی رات نہایت چھوٹی

جو رات جُدائی میں مری کٹتی ہے
ہوتی ہے وہی رات نہایت ہی بڑی

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست — آغشتہ بخون عاشق افگاریست
ہر جا کہ پری رخے و گلرخسارے ست — ما را ہمہ در خور است مشکل کاریست ۶۴

کانٹا بھی ہے دشت خاوراں میں جو کوئی — آلودۂ خونِ عاشقاں ہے وہ بھی
گلرو نظر آتے ہیں جہاں میں ہم کو — ہم سب پہ ہی مرتے ہیں مشکل ہے بڑی ۶۴

اے دل غمِ عشق از برائے من و تست — سر بر خطِ ادنہ کہ سزائے من و تست
تو چاشنیٔ درد نہ دانی ورنہ — یکدم غمِ دوست خونبہائے من و تست ۶۵

دل! ہے غمِ عشق میرے اور تیرے لیے — مان اُس کا کہا۔ کہ ہم ہیں لائق اس کے
معلوم نہیں لذتِ درد تجھکو۔ ورنہ — تھوڑے سے غمِ یار پہ۔ ہم ہوں صدقے ۶۵

ناکامیم اے دوست ز خود کامیٔ تست — وین سنگینیہائے من از خامیٔ تست
مگذار کہ در عشقِ تو رسوا گردم — رسوائیٔ من باعثِ بدنامیٔ تست ۶۶

ناکام ہوں میں تیری ہی خود کامی سے — میں جلتا ہوں اے یار تری خامی سے
ایسا نہ ہو میں عشق میں رسوا ہو جاؤں — میں ڈرتا ہوں صرف تیری بدنامی سے ۶۶

بر من در وصل بستہ میدارد دوست — دل را بفراق خستہ میدارد دوست
من بعد من و شکستگی و در دوست — چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست ۶۷

مجھ پر درِ وصل بستہ رکھتا ہے دوست — دل ہجر میں خستہ رکھتا ہے دوست
اب میں ہوں شکستگی ہے اصرار کا در — جب دوست۔ دل شکستہ رکھتا ہے دوست ۶۷

عشقم۔ کہ بہر رگم۔ غمے پیوند است — دردم۔ کہ دلم بدرد حاجتمند است
صبرم۔ کہ بکام دنبجۂ شیرم ہست — شکرم۔ کہ مدام خورم و خورسند است ۶۸

وہ عشق ہوں رگ رگ میں ہے غم جسکے بھرا — وہ درد ہوں میں۔ ہے دل کو جسکا چسکا
وہ صبر ہوں سہتا ہوں زمانے کے الم — وہ شکر۔ کہ ہر وقت ہوں راضی برضا ۶۸

ما کشتۂ عشقیم و جہاں مسلخ ماست — ما میخور و خواہیم و جہاں مطبخ ماست
مارا نبود ہوائے فردوس ازانکہ — آں چہرۂ آتشین او دوزخ ماست ۶۹

ہیں کشتۂ عشق ہم ہے مقتل دنیا — مطبخ ہے جہاں۔ کہاں کا۔ کھانا پینا
بیکار ہے جنت۔ کہ ہماری دوزخ — ہے یار کا وہ سرخ بھبوکا چہرا ۶۹

دل چیست کہ گویم از برائے غم تست — یا آنکہ حریم من سرائے غم تست
لطفے است کہ میکند غمت با دل من — ورنہ دل تنگ من چہ جائے غم تست ۷۰

دل اور ترا غم۔ کہنا یہ میرا باطل — کب ہے۔ یہ مکاں تیرے غم کی منزل
احسان ہے غم کا بھی یہ دل پر۔ ورنہ — کب ہے دل تنگ تیرے غم کے قابل ۷۰

از کفر سر زلف تو ایماں می ریخت — وز نوش لبش چشمۂ حیواں می ریخت
چوں کبک خرامندہ۔ بصد رعنائی — سیر فت و ز سر تا قدمش جاں میریخت ۷۱

اُس کفر نما زلف سے ایماں نکلا — اور آب حیات اُس لب شیریں سے بہا
جب کبک کی مانند چلا ناز سے وہ — معلوم ہوا جان جہاں از سر تا پا ۷۱

راہیست زکعبہ تا بمقصد پیوست — از جانبِ میخانہ رہ دیگر ہست
۶۲
اے مہ رہ مے خانہ ز آباد انی — راہیست کہ کاسہ میرد و دست بدست

کعبے سے بھی مقصود کا اک رستہ ہے — مے خانہ کی سمت سے بھی ممکن جانا
۶۲ لیکن رہ مے خانہ ہے آباد بہت — اس راہ میں سر کے بل ہی چلنا ہوگا

عاشق نتواند نفسے بے غم زیست — بے یار و دیار اگر بود خود غم نیست
۶۳
خوش آنکہ بیک کرشمہ جاں کرد نثار — ہجران و وصال را ندانست کہ چیست

بے غم نہیں رہتا عاشق اک دم زندہ — بے یار و دیار وہ اگر ہو غم کیا
۶۳ اچھا ہے وہ جو ادائے جاناں پہ مرا — کیا ہجر ہے کیا وصل نہ جس نے جانا

آنی کہ ز جانم آرزوئے تو نرفت — از دل ہوسِ روئے نکوئے تو نرفت
۶۴
از کوئے تو ہر کہ رفت دل را بگذاشت — کس با دل خویشتن بکوئے تو نرفت

تو وہ ہے کہ جان تجھ پہ سو جاں سے فدا — ہے دل کو ہوس کہ دیکھے روئے زیبا
۶۴ دل کھو گیا جو آیا محلی میں تیری — کوچے سے ترے دل کوئی لے کر نہ گیا

یار آمد و گفت خستہ میدار دلت — دایم بامید بستہ میدار دلت
۶۵
مارا لبشکستگاں نظرہا باشد — مارا خواہی شکستہ میدار دلت

یار آیا کہا کہ دل کو خستہ رکھ تو — امید سے اپنے دل کو بستہ رکھ تو
۶۵ ہیں مورد لطف دل شکستہ جو ہیں — گر چاہے ہمیں تو دل شکستہ رکھ تو

ما دل ز غمت شکستہ داریم اے دوست — از غیر تو دیدہ بستہ داریم اے دوست
گفتی۔ کہ بدل شکستگاں نزدیکم — ما نیز دل شکستہ داریم اے دوست ۶۶

دل غم سے ہے غمگین ہمارا اے دوست — غیروں سے علاقہ بھی نہ رکھا اے دوست
ہے قول ترا کہ عاجزوں سے ہوں قریب — کر رحم کہ ہم بہت ہیں خستہ اے دوست ۶۶

براہ تو بہر روش کہ پویند خوش است — کوئے تو بہر جہت کہ جویند خوش است
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست — ذکر تو بہر صفت کہ جویند خوش است ۶۷

رہ میں تری جس طور سے دوڑیں بہتر — کوچہ ترا جس سمت بھی ڈھونڈیں بہتر
اچھا ہے۔ وہ جسطرح بھی تجکو دیکھیں — جس رنگ میں۔ تو تجھ سے لگائیں بہتر ۶۷

عشق آمد و خاک مختتم بر مسریخت — زاں برق بلا بجرم من اغگر ریخت
خوں در دل و ریشہ تنم سوخت چناں — کز دیدہ بجائے اشک خاکستر ریخت ۶۸

الفت میں پہاڑ غم کا مجھپر ٹوٹا — اُس برق بلا نے میرا خرمن پھونکا
دل کیسا کہ رگ رگ میں جلا خون ایسا — آنکھوں سے ہر اشک راکھ بن کر نکلا ۶۸

اے دوست اے دوست اے دوست اے دوست — جوریکہ تو از ان کشم کہ روئے تو نکوست
مردم گویند بہشت خواہی یا دوست — اے بیخبراں بہشت با دوست نکوست ۶۹

اے یار۔ اے یار۔ اے یار۔ اے یار — سہتا ہوں جنا کہ تو ہے خوش رو دلدار
سب کہتے ہیں مجھ سے خلد اچھی کہ حبیب — اے بے خبرو یار بغیر جنت بے کار ۶۹

پرسید زمن کسے کہ جانانِ تو کیست
گفتم کہ فلاں کس است مقصودِ تو چیست

۸۰

بنشست بہائے ہائے برمن بگریست
کز دست چنیں کسے چساں خواہد زیست

پوچھا یہ کسی نے۔ کون ہے؟ یار ترا
نام اُسکا بتا کے میں نے مقصد پوچھا

حالت پہ مری اُس نے کہا۔ یہ رو کر
کیونکہ ترا اُس شخص سے جینا ہوگا

عصیانِ خلائق ارچہ صحرا صحرا ست
در پیشِ عنایتِ تو یک برگ گیا ست

۸۱

ہر چند گناہ ما ست۔ کشتی۔ کشتی
غم نیست کہ رحمتِ تو دریا دریا ست

بندوں کے گناہ ہیں بو صحرا صحرا
تیری نظرِ لطف میں ہیں اک تنکا

عصیاں ہیں ہمارے گرچہ کشتی کشتی
غم کیا۔ تری رحمت بھی ہے دریا جیا

چوں حاصلِ عمر تو فریبے و دمے ست
زو داد مکن گرت بہر دم ستمے ست

۸۲

مغرور مشو بخود کہ اصلِ من و تو
گردے و شرارے و نسیمے و نمے ست

ہے جبکہ تری عمر کا حاصل دھوکا
فریاد نہ کر۔ تجھپہ جو ہر دم ہو جفا

مغرور نہ ہو۔ کہ اصل میری۔ تیری
ہے آتش و آب و خاک اور ہوا

از گل طبقے نہادہ کیں روئے حق ست
وز مشک خطے کشیدہ کیں موئے من ست

۸۳

صد نافہ بباد دادہ کیں بوئے من ست
آتش بجہاں در زدہ کیں خوئے من ست

پیدا کیا گل۔ کہا۔ ہے میرا چہرا
خط۔ مشک سے کھینچا کہ یہ اک بال ہوا

سو نافۂ مشکیں کو کہا بو اپنی
عالم۔ جلا عشق میں۔ خو بھی کو یہ

دائم نہ لوائے عشرت افراشتنی است — پیوستہ نہ تخم خرمی کاشتنی است

۸۴ — این داشتنیہا ہمہ بگذاشتنی است — جز روز روے کہ نکہداشتنی است

یہ عیش کی گھڑیاں نہ رہینگی یکسر — یہ دورِ سرور و لطف جائے گا گذر

۸۴ — ہیں قابلِ ترک یہ بکھیڑے سارے — بس وہ رُخِ روشن ہی رہے پیشِ نظر

از بارِ گنہ شدہ تنِ مسکینم پست — یارب چہ شود اگر مرا گیری دست

۸۵ — گر در عملم انچہ ترا شاید نیست — اندر کرمت۔ انچہ مرا باید ہست

ہے یہ تن زار بارِ عصیاں سے دبا — جب تو نہو دستگیر۔ ہو کون بھلا

۸۵ — گو میرے عمل میں نہیں تیرا کچھ بھی — لیکن تری بخشش میں ہے سب کچھ میرا

ایزد کہ جہاں بقبضۂ قدرتِ اوست — دادست ترا دو چیز کاں ہر دو نکوست

۸۶ — ہم سیرتِ آنکہ دوست داری ہمہ کس — ہم صورتِ آنکہ دوست دارد ہمہ کس

خالق نے کہ ہے جہاں پہ جس کا قبضا — دی ہیں تجھے دو چیزیں نہایت عمدا

۸۶ — سیرت۔ کہ ہر اک کو دوست رکھتا ہے تو — صورت۔ کہ ہر ایک شخص ہے دوست ترا

شیریں دہنے کہ از لبت جاں میریخت — کفرش ز سرِ زلف پریشاں می ریخت

۸۷ — گر شیخ بکفر زلف او رہ می برد — خاکِ رہِ بُت بر سرِ ایماں می ریخت

شیریں دہن ایسا کہ ہیں لب آبحیات — کفر اُس کی سرِ زلف سے پھیلے دن رات

۸۷ — گر زلف کا اُس کی کفر پالیتا شیخ — پھر کرتا نہ جو کفر وہ ایمان کی بات

آں آتشِ سوزندہ کہ عشقش لقب است — در پیکرِ کفر و دیں چو سوزندہ تب است
ایماں و گر و کیش محبت دگر است — پیغمبرِ عشق۔ نہ عجم نہ عرب است ۸۸

وہ آتشِ سوزندہ کہ ہے عشق لقب — تپ ہے کہ جلا یا کفر و ایماں بیڈھب
ہیں طور محبت اور۔ ایماں ہے اور — پیغمبرِ عشق ہے عجم کا نہ عرب ۸۸

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است — از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است
فارغ ز جہانی و جہاں غیرِ تو نیست — بیروں ز مکانی و مکاں از تو پر است ۸۹

عالم میں مہ و مہر و فلک نے ہے پیا — پیمانہ تری بادۂ ہستی کا۔ خدا
فارغ ہے جہاں سے اور جہاں غیر نہیں — باہر ہے مکاں سے تو۔ مکاں تجھ سے بھرا ۸۹

نردے است جہاں کہ بیرونش باختن است — نرّادی او ز نقش کم ساختن است
دنیا بمثالِ کعبتین نرد است — برداشتنش برائے انداختن است ۹۰

وہ نرد ہے دنیا کہ جو جیتا۔ ہارا — جس نے کیا نقش کم۔ وہ ماہر ہے بڑا
ہے نرد کی کعبتین۔ دنیا۔ گویا — ہے پھینکنے کے لئے اٹھانا اُس کا ۹۰

در دا کہ دریں سوز و گدازم کس نیست — ہمراہ دریں راہِ درازم کس نیست
در قعرِ دلم جواہرِ راز بسے است — اما چہ کنم محرمِ رازم کس نیست

ہے حالتِ سوز میں۔ نہ ہمراز کوئی — ہے راہ دراز میں۔ نہ کوئی ساتھی
پہنائی قلب میں جواہر ہیں بھرے — ہمدم نہیں کوئی کس سے کہئے دل کی

ہاں تا تو نہ بندی بمراعاتش پشت — کو با گل نرم پرورد خار درشت

۹۲

ہاں تا نشوی غرہ بدریائے کرم — کو بر لب بحر تشنہ بسیار بگشت

تو اُس کے کرم پہ ہرگز اتنا تو نہ پھول — ہیں خار بھی۔ لب دریں جہاں بخشا ہیں پھول

دریائے کرم پر کہ۔ نہ غرہ۔ ہرگز ۹۲ پیاسا بھی وہ مارتا ہے دریا پہ نہ بھول

اے خالق خلق رہنمائے بفرست — وے رازق رزق درکشائے بفرست

۹۳

کارِ من بیچارہ گرہ در گرہ است — رحمے بکن و گرہ کشائے بفرست

اے خالق خلق۔ رہنما بھیج کوئی — اے رازق رزق۔ درکشا بھیج کوئی

کر رحم۔ کہ مشکل ہوئے ہیں کام مرے ۹۳ کام آئے مرے۔ مرد خدا بھیج کوئی

دنیا بجوے و فا مدار اے دوست — ہر لحظہ ہزار مغز سر گشتۂ اوست

۹۴

می داں کہ خدائے دشمنش می دارد — گر دشمن حق نئی چرا داری دوست

دنیا میں نہیں ہے ایک تل بھر بھی وفا — ہیں ایسے ہزاروں جن سے کی اس نے دغا

یہ جان لے مبغوضۂ حق ہے۔ دنیا ۹۴ دنیا سے لگاتا نہیں دل۔ مرد خدا

گردوں کمرے ز عمر فرسودۂ ماست — دریا اثرے ز اشک آلودۂ ماست

۹۵

دوزخ شرے ز رنج بیہودۂ ماست — فردوس دمے ز وقت آسودۂ ماست

گردوں کا ہے خم ہماری پیری کی کمر — اشکوں کی نمی کا گویا دریا ہے اثر

دوزخ ہے شر ہمارے رنج و غم کا ۹۵ جنت ہے۔ وہ آرام۔ جو پایا دم بھر

دی گیسوئے عنبرین عنبر سایت ازطرف بنا گوش سمن سیمایت
۹۶
اُفتادہ بپائے تو بزاری میگفت سرتا پایم فدائے سرتا پایت

کل زلف معنبر نے مرے ماہ لقا چھو کر تری نرم یاسمینی گدیا
۹۶
قدموں پہ ترے گر کے بصد عجز کہا سر تا بقدم تیرے سراپا پہ فدا

ازکار کسے قرار می باید ہست ویں یار کہ در کنار می باید ہست
۹۷
ہجرے کہ ہیچ کار می باید ہست وصلے کہ چو جاں بکار می باید ہست

اغیار کے کاموں سے ہے مجکو فرصت آغوش میں ہے مری۔ مرا مہ طلعت
۹۷
کیا کام مجھے ہجر سے؟ بے کار ہے وہ ہے وصل سے حاصل مجھے ہر دم فرحت

گر بیست دریں دہم کہ پنہانی نیست برداشتن سرم بآسانی نیست
۹۸
ایمانش ہزار دفعہ تلقیں کردم ایں کافر را سر مسلمانی نیست

ہے قوت واہمہ میں کافر ظاہر ہم رفع خیال سے ہیں اُس کے قاصر
۹۸
ایمان کی ہزار میں نے تلقیں اُسے کی ایماں نہیں لاتا وہ خودی کا۔ کافر

آں روز کہ آتش محبت افروخت عاشق روش عشق ز معشوق آموخت
۹۹
از جانب دوست سر زد ایں سوز و گداز تا در نگرفت شمع پروانہ نسوخت

جب شعلۂ عشق اوّل اوّل بھڑکا معشوق سے عاشق نے تپش سیکھا
۹۹
ظاہر ہوا معشوق ہی سے سوز و گداز جبتک نہ جلی شمع۔ نہ پروانہ جلا

می رفتم و خون دل براہم میریخت — دوزخ دوزخ شرر ز آہم میریخت
می آمدم از شوق بر گلشن کون — دامن دامن گل از کنارم میریخت

بہتا تھا لہو دل کا - جو رہ میں نے چلی — دوزخ ہوئی ہر آہ جو لب پر آئی
میں گلشن دنیا میں بصد شوق آیا — گل گرتے تھے جھولی سے بکثرت میری

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت — بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منش ہیچ نہ می آید یاد — بوئے تو گرفتہ بود و خوئے تو گرفت

بُو - باد صبا سے تری - جس دم پائی — دل نے مجھے چھوڑا جستجو تیری کی
اب یاد بھی میری - نہیں آتی اُس کو — حاصل ہوئی - بُو تیری - تو خو بھی تیری

ہر چند آدمی ملک سیرت دخوست — بدگر نبود بدشمن خود نیکواست
دیوانۂ دل نیست کہ عادت او ست — کو دشمن جان خویش میدارد دوست

انساں ہے ملک سیرت و خصلت تاہم — اچھا تو جبھی ہے کرے دشمن پہ کرم
میرے دل دیوانہ کو دیکھے کوئی — یہ دشمن جاں پر اپنے دیتا ہے دم

دل طفلک خاک بیز غربال بدست — میزد بد و دست در روئے خود ایمنست
می گفت بہائے ہائے افسوس و دریغ — ریگے بہ نیافتم و غربال شکست

لڑکے کی طرح دل بھی ہے غربال بدست — غربال سے مار - چہرہ زخمی کیا سخت
کہتا تھا کہ ہائے ہائے افسوس و دریغ — ہاتھ آیا نہ ریگ اور ہوئی غربال شکست

اندر ہمہ دشتِ خاوراں سنگے نیست — کش با منِ روزگار من جنگے نیست

۱۰۴

با لطف و نوازش وصال تو مرا — در دادن صد ہزار جاں ننگے نیست

پتھر بھی ہے دشت خاوراں میں کوئی — ہے مجھ سے خلاف اور زمانے سے بھی

حاصل ہو۔ جو لطف وصل پھر ننگ نہیں ۱۰۴ قربان ہوں اگر ہزار جانیں میری

سر تا سر دشتِ خاوراں سنگے نیست — کز خونِ دل و دیدہ بر و رنگے نیست

۱۰۵

در ہیچ زمین و ہیچ فرسنگے نیست — کز دست غمت نشستہ دلتنگے نیست

جتنے بھی ہیں دشت خاوراں میں پتھر — ہیں خون دل و دیدہ سے رنگیں اکثر

ہے کوئی زمیں ایسی نہ ایسا فرسنگ ۱۰۵ بیٹھا ہو نہ غمدیدۂ الفت جسپر

تیرے زکمانخانۂ ابروئے تو جست — دل پر تو ے وصل را خیالے می بست

۱۰۶

خوش خوش زدلم گذشت و میگفت بناز — با پہلوئے چوں توئی نخواہیم نشست

ابرو سے کماندار ! ترے تیر چلا — دل کو ترے وصل کا تصور تھا بندھا

کس ناز سے بولا پار دل کے ہو کر ۱۰۶ بیٹھوں گا نہ پہلو میں جو ہو تجھ جیسا

صد شکر کہ گلشن شفا گشت تنت — صحت گل عیش ریخت در پیرہنت

۱۰۷

تب را بغلط در تنت افتاد گذار — منت کہ عرق شدہ چکید از بدنت

صد شکر کہ گلشن شفا جسم ہوا — صحت نے گل عیش پیرہن میں ڈالا

تپ نے غلطی کی ترے تن میں آئی ۱۰۷ پھر بن کے پسینہ اُسے جانا ہی پڑا

پیہ در گاو است و گاؤ در کہسار است — ماہی سر شیمی بدریا بار است
بُز در کوہ است و یوز در بلغار است — ۱۰۸ زہ کردن ایں کماں بے دشوار است

کہسار میں گائے۔ گائے میں ہے چربی — جا کر ہی دریا میں سر شیم ماہی
بلغار میں چیتا ہے تو بُز کوہ میں ہے — ۱۰۸ زہ کرنے میں اس کماں کے ہے دشواری

آں یار کہ عہد دوستداری بشکست — میرفت و منش گرفتہ دامن در دست
سیگفت کہ باز ازاں نخواہم بینی — ۱۰۹ پنداشت کہ بعد ازاں مرا خواہے ہست

وہ یار کہ جسنے عہد یاری۔ توڑا — جانے کو ہوا۔ تو میں نے دامن تھاما
بولا کہ ملینگے تجھ سے اب خواب میں ہم — ۱۰۹ کیا خوب۔ بغیر اس کے مجھے خواب آیا

مجنوں تو کوہ را ز صحرا نشناخت — دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت
ہر کس بہ تو رہ یافت ز خود گم گردید — ۱۱۰ آنکس کہ ترا شناخت خود را نشناخت

مجنوں ترا سمجھا ایک کوہ و صحرا — دیوانۂ عشق کو ہیں یکساں سر و پا
خود گم ہوا۔ جسنے کہ تری راہ چلی — ۱۱۰ اپنے کو نہ جانا جسنے تجھکو جانا

گر کار تو نیکوست بہ تدبیر تو نیست — ور نیز بد است ہم ز تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی — ۱۱۱ چوں نیک و بد جہاں بہ تقدیر تو نیست

تدبیر نہیں تیری جو ہے کام اچھا — تقصیر نہیں تیری اگر ہے وہ بُرا
راضی برضا رہ کے جہاں میں خوش جی — ۱۱۱ تقدیر سے تیری نہ بُرا کچھ نہ بھلا

غازی کہ پئے شہادت اندر تگ پوست — غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست
فردائے قیامت او بدیں کے ماند — آں کشتۂ دشمن است ایں کشتۂ دوست ۱۱۲

غازی کو ہے جستجو شہادت کی مگر — غافل ہے کہ ہے شہید عشق فاضل تر
وہ حشر میں کب اُس کے برابر ہوگا — وہ کشتۂ دشمن ہے یہ شہید دلبر ۱۱۲

اے در تو عیاں نہاں نہاں ہا ہمہ ہیچ — پندار یقیں ہا و گماں ہا ہمہ ہیچ
از ذاتِ تو مطلقاً نشاں نتواں داد — کانجا کہ توئی بود نشاں ہا ہمہ ہیچ ۱۱۳

نزدیک ترے ہیچ ہیں باطن ظاہر — ہے ہیچ گماں ۔ اور یقیں بھی خاسر
ممکن نہیں ذات کا نشاں دے کوئی — جس جا کہ ہے تو وہاں نشاں ہیں قاصر ۱۱۳

اے بارخت انوار مہ و خور ہمہ ہیچ — با لعل تو سلسبیل و کوثر ہمہ ہیچ
بودم ہمہ بیں ۔ چو تیز میں شد چشمم — دیدم کہ ہمہ توئی و دیگر ہمہ ہیچ ۱۱۴

آگے ترے چہرے کے ہیں کیا شمس و قمر — بڑھ کر لب لعلیں سے ہے سلسبیل و کوثر
تھا میں ہمہ بیں ۔ پھر جو نظر تیز ہوئی — دیکھا ہمہ اوست ۔ ہیچ باقی یکسر ۱۱۴

رخسارۂ من تازہ گل گلشن روح — نازک بود آں قدر کہ ہر شام و صبح
نزدیک بدیدہ گر خیالش گذرد — از سایۂ خار دیدہ گردد مجروح ۱۱۵

رخسار مرا ۔ تازہ گل گلشن روح — نازک ہے کچھ اتنا کہ اگر شام و صبح
آنکھوں میں تصور بھی کسی وقت جو آئے — سایہ سے بھی ہو خار مژہ کے مجروح ۱۱۵

در وصل ز اندیشۂ دوری فریاد — در ہجر ز دردِ ناصبوری فریاد
افسوس ز محرومیِ دوری افسوس — فریاد ز دردِ ناصبوری فریاد ۱۱۶

ہے وصل میں اندیشۂ دوری کا الم — اور ہجر میں دردِ ناصبوری کا غم
محرومیِ دیدار ہے۔ افسوس جُدا — اور کرتا ہے دردِ ناصبوری پیدم ۱۱۶

دل از نظرِ تو جاودانی گردد — غم با الم تو شادمانی گردد
گر باد بدوزخ برد از کوئے تو خاک — آتش ہمہ آبِ زندگانی گردد ۱۱۷

دل دید سے عمر جاودانی پائے — غم بھی ترے غم سے شادمانی پائے
دوزخ میں ہوا ڈالے ترے کوچہ کی خاک — تو آگ بھی آبِ زندگانی پائے ۱۱۷

طالع سرِ عافیت فروشی دارد — ہمت ہوسِ پلاس پوشی دارد
اینجا کہ بیک سوال بخشند دو کون — استغنا یم سرِ خموشی دارد ۱۱۸

طالع میں ہے اظہارِ عافیت کا میری — ہمت کو ہوس کروں فقط درویشی
یہ ہے وہ مقام ہوں عطا ہر دو جہاں — استغنائی کی شان ہے نہ مانگو کچھ بھی ۱۱۸

ایں گیدیِ گبر از کجا پیدا شد — ایں صورتِ قبر از کجا پیدا شد
خورشیدِ مرا ز چشمِ من پنہاں کرد — ایں لکۂ ابر از کجا پیدا شد ۱۱۹

پیدا یہ کہاں سے ہوا نالائق گبر — نکلی یہ کہاں سے ہے بھلا صورتِ قبر
خورشید کو میرے اس نے پوشیدہ کیا — ظاہر ہوا کس سمت سے یہ لکۂ ابر ۱۱۹

آں دشمن دوست بود دیدی کہ چہ کرد — تا اینکہ بغور او رسیدی کہ چہ کرد
می گفت ہماں کنم کہ خواہد دل تو — ۱۲۰ دیدی کہ چہ میگفت و شنیدی کہ چہ کرد

وہ دشمن دوست تھا۔ کیا کیا دیکھا — مطلب بھی نہ تو سمجھا تھا۔ کیا اُمنڈ کیا
کہتا تھا وہی کروں گا جو ہو مرضی ۱۲۰ کیا قول تھا۔ دیکھا؟ کیا کیا؟ تو نے سُنا؟

زاں خوبتری کہ کس خیالِ تو کند — یا ہیچ کسی فکرِ حالِ تو کند
شاید کہ بآفرینشِ خود نازد — ۱۲۱ ایزد کہ تماشائے جمالِ تو کند

لوگوں کے خیال سے بھی تو ہے اچھا — اُس فکر سے برتر۔ جو کرے مجھ جیسا
زیبا ہے کہ خالق تجھے پیدا کر کے ۱۲۱ خود ناز کرے حُسن جو دیکھے تیرا

عاشق کہ تواضع ننماید چہ کند — شبہا کہ بکوئے تو نیاید چہ کند
گر بوسہ دہد زلف ترا۔ رنجہ مشو — ۱۲۲ دیوانہ کہ زنجیر نخاید۔ چہ کند

ہے عجز فقط کام ترے عاشق کا — یا شب کو تری گلی کا آنا جانا
ہرگز نہ بگڑ بوسہ جو وہ زلف کا لے ۱۲۲ زنجیر نہ جو چبائے دیوانہ کیا؟

مردانِ خدا ز خاکدانِ دگراند — مرغانِ ہوا ز آشیانِ دگراند
منگر تو ازیں چشم بدیشاں کایشاں — ۱۲۳ فارغ ز دو کون و در مکانِ دگراند

ہیں اور ہی مٹی سے یہ مردانِ خدا — ہیں اور ہی آشیاں کے مرغانِ ہوا
تو ان کو نہ دیکھ چشمِ ظاہر بیں سے — ۱۲۳ فارغ دو جہاں سے ہے مکاں اور اُن کا

زاں پیش کہ طاقِ چرخِ اعلیٰ زدہ اند ۔۔۔ ویں بارگہِ سپہرِ مینا زدہ اند
۱۲۴
ما در عدمِ آبادِ ازل خوش خفتہ ۔۔۔ بے ما رقمِ عشقِ تو بر ما زدہ اند

جس دم کہ نہ تھا چرخِ بلند و اعلیٰ ۔۔۔ موجود نہ تھا جب یہ سپہرِ مینا
تھے چین سے سوتے عدم آباد میں ہم ۱۲۴ ۔۔۔ ہم خود نہ تھے ۔ تھا عشق مقدر تیرا

اے باد بخاکِ مصطفایت سوگند ۔۔۔ باراں بہ علی مرتضایت سوگند
۱۲۵
افتادہ بگریہ خلق بس کن بس کن ۔۔۔ دریا بہ شہید کربلایت سوگند

خاکِ درِ مصطفےٰ کی اے ہوا تجکو قسم ۔۔۔ ہے تجکو علی کی قسم اے مینہ اب تھم
مخلوق خدا ہے نالاں بس کر بس کر ۱۲۵ ۔۔۔ دریا! ہے شبیر ذرا تو لے دم

اوّل آنکہ دلم عشقِ نگارم بربود ۔۔۔ ہمسایۂ من ز نالۂ من نہ غنود
۱۲۶
اکنوں کم شد چو نالہ در دم بفزود ۔۔۔ آتش چو ہمہ گرفت کم گردد دود

جب دل مرا دلبر نے چرایا پہلے ۔۔۔ سویا مرا ہمسایہ نہ نالوں سے مرے
اب کم ہوئے نالے تو بڑھا درد دلی ۱۲۶ ۔۔۔ کم ہوگا دھواں آگ جو پوری بھڑکے

اوّل رخِ خود بما نمایست نمود ۔۔۔ تا آتشِ ما جائے دگر گردد دود
۱۲۷
اکنوں کہ نمودی و ربودی دلِ ما ۔۔۔ ناچار ترا دلبرِ ما باید بود

شکل اپنی تمھیں ہم کو دکھانی ہی نہ تھی ۔۔۔ لو لگتی کہیں اور ہمارے دل کی
دل لیچکے جب جلوہ دکھا کر ہم کو ۱۲۷ ۔۔۔ دلبر نہیں ہوسکتا ہے اب اور کوئی

ہرگز دلم از یاد تو غافل نشود — گر جاں برود مہر تو از دل نرود

۱۲۸

افتادہ زروئے تو در آئینۂ دل — عکسے کہ بہیچ وجہ زائل نشود

ہرگز نہیں دل یاد سے تیری غافل — مرجاؤں گا اور یاد کریگا تجھے دل

۱۲۸

آئینۂ دل میں ترے رخ کا مہرو — وہ عکس پڑا ہے کہ نہ ہوگا زائل

پیریم ولے عشق چو دمساز آید — ہنگام نشاط و طرب و ناز آید

۱۲۹

از زلف رسائے او کمندے فگنیم — بر گردن عمر رفتہ تا باز آید

ہوں پیر مگر عشق جو دمساز ہوا — وقت طرب و نشاط گویا آیا

۱۲۹

اس زلف رسا کی ڈالیں گردن میں کمند — تاکہ پلٹ آئے عمر کا گذشتہ حصہ

در باغ روم کوئے تو ام یاد آید — بر گل نگرم روئے تو ام یاد آید

۱۳۰

در سایۂ سرو اگر دمے بنشینیم — سرو قد و بجوئے تو ام یاد آید

گلشن میں مجھے تیری گلی یاد آئے — گل دیکھ کے شکل جاندسی یاد آئے

۱۳۰

بیٹھوں جو کبھی سرو کے سایہ میں ذرا — قد تیرا مجھے سرو سہی یاد آئے

من صرفہ برم کہ بر صنم اعدا زد — مشتے خاشاک لطمہ بر دریا زد

۱۳۱

ما تیغ برہنہ ایم در دست قضا — شد کشتہ ہر آنکہ خویش را بر ما زد

نقصان نہ ہوا۔ جو مجھ پر اعدا ٹوٹے — بہہ جائیں۔ جو دریا کو دیں تھپڑا تنکے

۱۳۱

میں دست قضا میں ہوں برہنہ تلوار — خود کشتہ ہو جو میرے مقابل آئے

دلبر دل خستہ را نگاں می خواہد بفرستم گر دلش چناں می خواہد
۱۳۲
وانگہ بنظارہ دیدہ بررہ بنہم تا مژدہ کہ آورد کہ جاں می خواہد

دل چاہتا ہے مفت ہمارا۔ دلبر بھیجو نگاہ سے دل یہی خواہش ہے اگر
آنکھوں کو بچھا دو نگا پھر اسکی رہ میں ۱۳۲ جو جاں طلبی کا آئے مژدہ لے کر

اے خواجہ ز فکرِ گور غم می باید اندر دل و دیدہ سوز و غم می باید
۱۳۳
صد وقت برائے کارِ دنیا داری یک وقت بفکرِ گور ہم می باید

اے خواجہ غم قبر کی ہے۔ فکر اچھی دل میں ہو اگر سوز تو آنکھوں میں نمی ہے
سو وقت ہیں وقف کار دنیا کے لیئے ۱۳۳ کر فکر غم قبر بھی تو ایک گھڑی

حوراں بنظارہ نگارم صف زد رضواں ز تعجب خود برکف زد
۱۳۴
آں خالِ سیہ بران خان مطرف زد ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد

صف بستہ ہیں حوریں پئے نظارہ یار رضواں بھی ہے ششدر وہ ہے میرا دلدار
وہ خالِ سیہ دیکھ کے اُس کے رُخ پر ۱۳۴ ابدال نے قرآن کو گلے کا کیا ہار

جائیکہ تو باشی اثرِ غم نبود آنجا کہ نباشی دل خرّم نبود
۱۳۵
آں را کہ ز فرقتِ تو یک دم نبود شادیش ز زمین آسماں کم نبود

ہو جس جگہ تو۔ وہاں پھٹکتا نہیں غم جس جا نہو۔ تو۔ دل نہیں ہوتا خرّم
پھر جس سے کہ تو جدا نہ ہو وہ بھی ۱۳۵ ہو ہر دو جہاں میں نہ خوشی اُسکی کم

انواعِ عطا گرچہ خدا می بخشد هر اسم عطیۂ جدا می بخشد
در هر آنے حقیقت عالم را ۱۳۶ یک اسم فنا یکے بقا می بخشد

ہر قسم کی کرتا ہے عطا گرچہ خدا مُعطی ہے مگر جُدا ہر اک اسم اُس کا
عالم کی حقیقت کو ہر اک دم۔ ہر آن ۱۳۶ ایک اسم فنا دیتا ہے ایک اسم بقا

یارم ہم نیش بر سر نیش زند گویم کہ مزن ستیزہ را نیش زند
چوں در دلِ من مقام دارد شب و روز ۱۳۷ می ترسم از آنکہ نیش بر خویش زند

جب چرکے پہ چرکے مجکو دیتا ہے یار رد کوں تو وہ پھر کرتا ہے تیزی ہر بار
رہتا ہے شب و روز وہی اس دل میں ۱۳۷ چل جائے خود اُسپر ہی نہ اُسکا کوئی وار

ہر چند کہ جاں عارف آگاہ بود کے در حرمِ قدس تو اش راہ بود
دستِ ہمہ اہلِ کشف و ارباب شہود ۱۳۸ از دامنِ ادراکِ تو کوتاہ بود

ہر چند کہ عارف نے تجھے پہچانا مشکل حرمِ قدس میں ہے رہ پانا
ارباب شہود و کشف نے بھی آخر ۱۳۸ جانا تو یہ جانا کہ نہ تجکو جانا

دل خستہ و سینہ چاک می باید شد وز ہستیٔ خویش پاک می باید شد
آں بہ کہ بخود پاک شویم اوّل کار ۱۳۹ چوں آخر کار خاک می باید شد

دل خستہ و سینہ چاک رہنا اچھا لازم ہے خودی کا بھی مٹانا جھگڑا
بہتر ہے کہ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا ہو جائیں ۱۳۹ آخر میں ہے جب خاک ہی ہونا ہم کو

عاشق چو شوی تیغ بسر باید خورد — زہرے کہ رسد ہمچو شکر باید خورد
ہر چند ترا بر جگر آبے نہ بود — دریا دریا خونِ جگر باید خورد ۱۴۰

عاشق کو ہے زیبا کہ وہ بسمل ہی رہے — گر زہر ملے تو اس کو شکر سمجھے
ہر چند جگر میں نہ رہے تیرے تری — پینا ہے تجھے خونِ جگر کثرت سے ۱۴۰

نقاش اگر ز موئے پرکار کند — نقشِ دہنِ تنگِ تو دشوار کند
آں تنگی و نازکی کہ دارد دہنت — ترسم کہ نفس لبِ تو انکار کند ۱۴۱

نقاش اگر بال کا پرکار بنائے — نقشِ دہنِ تنگ ہے دشوار کر آئے
منہ تیرا ہے تنگ و نازک اے شوخ — ڈرتا ہوں کہ لب تک کہیں دم ڈر سے نہ جائے ۱۴۱

بر کوئے تو ہر کرا سر و کار افتد — از سجدۂ دیر و کعبہ بیزار افتد
گر زلفِ تو در کعبہ فشاند دامن — اسلام بدست و پائے زنار افتد ۱۴۲

کوچے سے ترے جس کو سر و کار ہوا — وہ دیر و حرم کو نہیں کرتا سجدہ
تو زلف کو کعبہ میں جو جا کر جھٹکے — اسلام بھی زنار سے جوڑے رشتہ ۱۴۲

آں را کہ حدیثِ عشق در دل گردد — باید کہ ز تیغِ عشق بسمل گردد
از خاک طپاں طپاں رخ آغشتہ بخوں — برخیزد و گرد سرِ قاتل گردد ۱۴۳

باتوں سے تعشق کی بھرا ہو جو دل — شمشیرِ محبت سے وہ ہو کر گھائل
مٹی میں تڑپتا ہوا آلودہ بخوں — ہو جائے بصد شوق فدائے قاتل ۱۴۳

درویشانند ہرچہ ہست ایشانند — درصفۂ یار درصفِ پیشانند

۱۴۴ خواہی کہ مِس وجود زر گردانی — باایشاں باش کیمیا ایشانند

سرمایۂ عالم ہیں خدا کے بندے — ہیں یار کے دربار میں سب سے آگے

۱۴۴ تو چاہے مِس وجود تیرا زر ہو — یہ لوگ ہیں کیمیا۔ ملا کر ان سے

زاں نالہ کہ در بستر غم دوشم بود — غمہائے جہاں جملہ فراموشم بود

۱۴۵ یاراں ہمہ دردِ من شنیدند ولے — یارے کہ دردکرد اثر گوشم بود

کل بستر غم پہ میں نے جو نالہ کیا — غم جتنے بھی تھے جہاں کے سب کو بھولا

۱۴۵ احباب نے بھی درد کی حالت دیکھی — تھا کان مرا دست اثر جسپہ ہوا

آدر دو صبا گلے ز گلزار اُمید — یا روح قدس شہپرے افگند سفید

۱۴۶ یا کرد صبا شق ورقے از خورشید — یا نامۂ یار است کہ آورد نوید

گل گلشنِ اُمید کا یا لائی صبا — جبریل نے یا سفید شہپر پھینکا

۱۴۶ خورشید کا یا پھاڑ فضا نے ہے ورق — یا نامۂ یار ہے جو لایا مژدہ

وی وقت سماع بوئے دلدار برد — مارا بسرا پردۂ اسرار برد

۱۴۷ ایں زمزمہ مرکب مر روح تراست — بردارد و خوش بعالمِ یار برد

کل وقت سماع آئی بوئے دلدار — مجھپر ہوئے اسرارِ الٰہی اظہار

۱۴۷ یہ زمزمہ ہے روح کا تیری مرکب — لیجاتا ہے جو تجکو اُڑا کر سوئے یار

اے رہ ز حسد زپیش بیروں نشود — خود بیناں را معرفت افزوں نشود
آں فقر کہ مصطفیٰ ﷺ بر آں فخر آورد — ۱۴۸ آنجا نرسی تا جگرت خوں نشود

جب تک کہ رہ حسد ہے پیش نظر — خود بیں کو ملے معرفت حق کیونکر
جس فقر پہ فخر مصطفیٰ ﷺ نے ہے کیا — ۱۴۸ ملتا نہیں جب تک نہ بہے خونِ جگر

دل صافی کن کہ حق بدل می نگرد — دلہائے پراگندہ بیک جو نخرد
اے ہر کہ کند صاف دل از بہر خدا — ۱۴۹ گوئے ز ہمہ مردم عالم ببرد

دل دیکھتا ہے خدا صفائی کرلے — جو دل ہیں پریشان نہیں کوڑی کے
جو تصفیۂ قلب کرے بہر خدا — ۱۴۹ دنیا میں وہی لیگیا سبقت سب سے

در سلسلۂ عشق تو جاں خواہم داد — در عشق تو ترکِ خانماں خواہم داد
روزے کہ ترا ببینم اے عمر عزیز — ۱۵۰ آں روز یقیں بداں کہ جاں خواہم داد

میں سلسلۂ عشق میں مرجاؤنگا — برباد کروں گا خانماں بھی اپنا
جس روز مری جاں تجھے دیکھونگا — ۱۵۰ یہ جان لے ہوجاؤنگا سو جاں سے فدا

رفتم بہ کلیسائے ترسا و یہود — ترسا و یہود جملگی رو بتو بود
بر یادِ وصال تو بہ بت خانہ شدم — ۱۵۱ تسبیح بتاں زمزمۂ عشق تو بود

ترسا و یہود کے کلیسا میں گیا — منہ سب کے تری طرف تھے میں نے دیکھا
پھر یادِ وصال میں گیا جو بت خانے کو — ۱۵۱ تسبیح بتوں کی تھی ترا نہ تیرا

گر عشق دل مرا خریدار افتد — کارے بکنم کہ پردہ از کار افتد
۱۵۲
سجادۂ پرہیز چناں افشانم — کز ہر تارے ہزار زنار افتد

گر عشق مرے دل کا خریدار بنے — وہ کام کروں راز ہوں افشا سارے
تقوے کو مصلے کے میں ایسا پٹکوں ۱۵۲ زنار ہر اک تار سے جس کے نکلے

آں رشتہ کہ بر لعل لبت سودہ شود — وز نوش دہانِ تنگ آلودہ شود
۱۵۳
خواہم کہ بدیں سینۂ چاکم دوزی — شاید کہ ز غمہائے تو آسودہ شود

تیرے لبِ لعلیں سے جو رشتہ ہو گھسا — نوشِ دہنِ تنگ سے ہو آلودہ
اُس رشتے سے تو چاک میرے سینہ کی سی ۱۵۳ اس رشتے سے شاید گھٹے کچھ غم میرا

گر عدل کنی بر جہانت خوانند — ور ظلم کنی سگِ عوانت خوانند
۱۵۴
چشمِ خردت باز کن و نیک ببیں — تا زیں دو کدام بہ کہ آنت خوانند

گر عدل کرے خیر جہاں تجھکو کہیں — گر ظلم کرے تو فوجی کتا سمجھیں
لے کام ذرا عقل سے تو غور تو کر ۱۵۴ ان دونوں میں کونسا لقب تجھکو دیں

آنہا کہ ز معبود خبر یافتہ اند — از جملہ کائنات سر تافتہ اند
۱۵۵
در ریوزہ ہمی کنند مرداں ز نظر — مرداں ہمہ از قرب نظر یافتہ اند

معبود حقیقی کو جنھوں نے پایا — عالم سے اُنھوں نے مُنہ کو اپنے موڑا
طالب ہیں مشاہدے کے مردانِ خدا ۱۵۵ سب کچھ اُنھیں اس قرب نظر سے ہی ملا

از درگہ نقش کوہ و ہاموں بستند ترکیب سہی قدانِ موزوں بستند
۱۵۶
پابستہ بزنجیر جنوں من بودم مردم سخنے بپائے مجنوں بستند

ہیں عکس تجلی سے یہ کوہ و صحرا قد سہی معشوقوں کا اس سے ہی بنا
۱۵۶ پابستۂ زنجیر جنوں تو میں تھا اور قیس سے منسوب اسے لوگوں نے کیا

تا مرد بہ تیغ عشق بے سر نشود اندر رہِ عشق و عاشقی سر نشود
۱۵۷
ہم یار طلب کنی و ہم سر خواہی آرے خواہی ولے میسر نشود

شمشیر محبت سے نہ ہو جو بے سر معشوقی و عاشقی کا میدان نہ ہو سر
۱۵۷ سر بھی رہے اور یار بھی آغوش میں آئے بے سر دی خواہش ہو میسر کیونکر

صوفی بسماع سر ازاں افشاند تا آتش خویشتن دمے بنشاند
۱۵۸
عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل از بہر سکونِ طفل می جنباند

یوں جھومتا ہے سماع سُنکر صوفی تاکہ ہو ذرا آتشِ اُلفت ٹھنڈی
۱۵۸ عاقل پہ یہ روشن ہے کہ تسکیں کے لیئے لڑکے کو جُھلاتی ہے کھلائی اُس کی

گفتی کہ شب آیم ارچہ بیگاہ شود شاید کہ زبانِ خلق کوتاہ شود
برخفتہ کجا نہاں توانی کردن کز بوئے خوشِ تو مُردہ آگاہ شود

تم کہتے ہو میں رات گئے۔ آؤں گا سو جائینگے سب تو پھر نہ ہوگا چرچا
خوشبو سے تمھاری جب ہوں مُردے آگاہ سوتے ہوئے پہچان نہ لینگے تمھیں کیا؟

بخشائے بر آنکہ خبرِ تو یارش نبود جز خوردنِ اندوہ تو کارش نبود
۱۶۰
در عشق بالیقیں نباشد کہ دمے ہم با تو و ہم بے تو قرارش نبود

جس کو ہو شب و روز فقط تیرا ہی غم جس کا نہ کوئی یار ہو کر اُسپہ کرم
بے بہرہ ہے عشق سے یقیناً وہ شخص ۱۶۰ جس کو نہ قرار ہو بہر حال اک دم

گویند کہ محتسب گمانے نبرد ایں پردۂ تو پیشِ جہانے ندرد
۱۶۱
گویم کہ ازیں شراب اگر محتسب است دریابد قطرۂ - بجانے نخرد

سب کہتے ہیں محتسب نے گر جان لیا ہو جائیگا فاش راز مے نوشی کا
میں کہتا ہوں - اس نے کی حقیقت پہ ۱۶۱ حاصل وہ کریگا - جان دے کر قطرا

شب خیز کہ عاشقاں شبِ راز کنند گردِ در و بامِ دوست پرواز کنند
۱۶۲
ہر جا کہ درے بود بشب بر بندند الّا درِ دوست را کہ شب باز کنند

بیدار ہو - وقتِ راز عشاق ہے شب گردِ در و بامِ یار - اُڑتے ہیں سب
سب کرتے ہیں بند شب میں دروازوں کو ۱۶۲ لیکن درِ یار - بند کرتے ہیں کب

از شبنمِ عشق خاکِ آدم گل شد شورے بر خاست قداد حاصل شد
۱۶۳
سر نشترِ عشق بر رگِ روح رسید یک قطرۂ خوں چکید و نامش دل شد

گوندھا گیا عشق سے خمیر آدم کا قد ہو گیا جوش جس دم اُس میں آیا
جب روح کی رگ میں نشترِ عشق لگا ۱۶۳ وہ دل ہوا جو اُس سے کہ قطرہ ٹپکا

در عشقِ تو گاہ بُت پرستم گویند — گہ رند و خراباتی و مستم گویند
۱۶۴
اینہا ہمہ از بہر شکستم گویند — من شاد بآنکہ ہر چہ ہستم گویند

سب کہتے ہیں بُت پرست اُلفت میں تری — یارند خراباتی کبھی۔ مست کبھی
سب کچھ ہے یہ اسلیے کہ ہو مجکو شکست ۱۶۴ — میں جیسا ہوں کہتے ہیں خوشی ہے اسکی

نے دیدہ بود کہ جستجوئش نکند — نے کام و زباں کہ گفتگوئش نکند
۱۶۵
ہر دل کہ در و بوئے وفائے نکند — گر پیش سگ افگنند بوئش نکند

وہ آنکھ نہیں جسے نہ جستجو ہو اُس کی — بیکار زباں نہ جسپہ گفتگو ہے اُس کی
وہ دل کہ نہ ہو بوئے وفا کچھ اُس میں ۱۶۵ — کُتّے کو بھی مرغوب نہ بو ہو اُس کی

آسان گُلِ باغ مدعا نتواں چید — بے سرزنشِ خارِ جفا نتواں چید
۱۶۶
بشگفتہ گُلِ مراد بر شاخ اُمید — تا سر ننہی بزیر پا نتواں چید

گلچینیِ باغِ مدعا ہے دشوار — ممکن نہیں جبتک نہ جفاکے چھیں خار
ہر شاخ اُمید میں ہیں گلہائے مراد ۱۶۶ — پامال نہ ہو سر۔ نہ ملے گل زنہار

آں روز کہ نور بر ثریا بستند — ویں منطقہ بر میانِ جوزا بستند
۱۶۷
در کتمِ عدم۔ بسانِ آتش بر شمع — عشقت بہزار رشتہ بر ما بستند

جس دن کہ ثریا کو عطا نور کیا — جوزا کی کمر میں تو نے باندھا پٹکا
پردے میں عدم کے مثلِ آتش بر شمع ۱۶۷ — سو رشتوں سے عشق اپنا ہم پر باندھا

در دوزخم ار زلفِ تو در چنگ آید — از حالِ بہشتیاں مرا ننگ آید
۱۶۸
گر بے تو بصحرائے بہشتم خوانند — صحرائے بہشت در دلم تنگ آید

دوزخ میں تری زلف جو ہاتھ آئے مجھے — میں سمجھوں کہ خیتی بُرے ہیں مجھ سے
صحرائے بہشت میں جو بے تیرے بلائیں ۱۶۸ — وہ تنگ ہو معلوم بہت دل میں مرے

در مدرسہ اسبابِ عمل می بخشند — در میکدہ لذتِ ازل می بخشند
۱۶۹
آنجا کہ بنائے خانۂ رندان است — سرمایۂ ایماں بہ بُسمل می بخشند

ہوں مدرسہ میں عمل کے اسباب عطا — اور میکدہ لذاتِ ازل کی ہے جا
رندوں کے گھروں کی جس جگہ ہے بنیاد ۱۶۹ — ایمان وہاں۔ راہ چلتے دیتا ہے خدا

ہوشم نہ موافقان و خویشاں بُردند — ایں کجکلہاں موئے پریشاں بُردند
۱۷۰
گویند چرا تو دل بدیشاں دادی — واللہ کہ من ندادم ایشاں بُردند

کب خویش و اجانے ہوش لوٹے میرے — البتہ اُڑا لے گئے زلفوں والے
سب کہتے ہیں کیوں انکو دیا تو نے دل ۱۷۰ — وہ لیگئے واللہ۔ دیا کب میں نے

عاشق ہمہ دم فکرِ غمِ دوست کند — معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
۱۷۱
ما جرم و گنہ کنیم او لطف و کرم — ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

عاشق کو شب و روز ہے فکرِ غمِ یار — معشوقوں کا ہے کام کرشمہ ہر بار
ہم جرم و گنہ کرتے ہیں وہ لطف و کرم ۱۷۱ — ہر شخص وہی کرتا ہے جو جسکا ہے کار

از لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد — مقبولِ تو جز مقبلِ جاوید نشد

۱۷۲

مہرت بکدام ذرہ پیوست دمے — کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

مایوس نہیں لطف سے تیرے بندہ — مقبول ترا مقبل جاوید ہوا

۱۷۲ جس ذرہ پہ تیری نظرِ مہر ہوئی — وہ ذرہ ہزار بار سورج سے بڑھا

شادم بدمے کز آرزویت گذرد — خوش دل بحدیثے کہ ز رویت گذرد

۱۷۳

نازم بدو چشمے کہ بسویت گذرد — بوسم کفِ پائے کہ بکویت گذرد

گذرے جو تری یاد میں وہ وقت اچھا — اچھا وہ کلام جس میں ہو ذکر ترا

۱۷۳ آنکھوں کو ہوں نازاں کہ تجھے دیکھتی ہیں — کوچے میں ترے گئے میں چوموں کفِ پا

مارا نبود۔ ولے۔ کہ خرم گردد — خود بر سرِ کوئے ما طرب کم گردد

۱۷۴

گر شادیِ عالمے بما روئے دہد — چوں بر سرِ کوئے ما رسد غم گردد

وہ دل نہیں اپنا کہ ہو شاد و خرم — خود اس طرف آتی ہے مسرت بھی کم

۱۷۴ آئے جو ہماری جانب عالم کی خوشی — آتے ہی ہمارے پاس ہو جائے وہ غم

در چنگِ غمِ تو دل سرودے نکند — پیشِ تو فغان و نالہ سودے نکند

۱۷۵

نالیم بنالہ کہ آگہ نہ شوی — سوزیم بآتشے کہ دودے نکند

خاموش ہے دل پنجۂ غم میں تیرے — بے سود ہے آہ و نالہ تیرے آگے

۱۷۵ ہم روتے ہیں اس طرح کہ ہو تو آگاہ — اُس آگ میں جلتے ہیں دھواں ہی جو نہ دے

قدّت قدِ من زبارِ محنت خم کرد — چشمت چشمم زچشمہا پُرنم کرد
۱۷۶
خالت حالم چوروز من تیرہ نمود — زلفت کارم۔ چوکارِ خود درہم کرد

دیکھا ترا قد۔ خم ہوا۔ قد غم سے مرا — دیکھی تری آنکھ۔ چشمہ آنکھوں سے بہا
ہے تیرہ و تار حال۔ خالِ رخ سے ۱۷۶ اپنی طرح زلف نے پریشان کیا

از دفترِ عشق ہر کہ فردے دارد — اشکِ گلگوں و چہرہ زردے دارد
۱۷۷
بر گردِ سرے شود کہ سوزیست درو — قربانِ دلے رود کہ دردے دارد

فرمان جسے عشق کے دفتر سے ملا — چہرہ ہو زرد اور لہو وہ رویا
جس سر میں ہو شورِ عشق۔ قربانِ سپر ۱۷۷ جس دل میں ہو درد۔ جان اُسپر ہے فدا

گر دشمنِ مرداں ہمگی حرق شود — ہم برق صفت بخویشتن برق شود
۱۷۸
گر سگ بہ مثل۔ در دنِ دریا برود — دریا نشود پلید۔ سگ غرق شود

اللہ کے بندوں سے حسد سے جو جلے — آگ اُسکی مثالِ برق اُسی کو پھونکے
کتّا مثلاً۔ کود پڑے کوئی اگر ۱۷۸ دریا تو نہ ہو پلید۔ خود ہی ڈوبے

خلقانِ تو اے جلال گونا گونند — گاہے چو الف راست گہے چو نونند
۱۷۹
در حضرتِ اجلال خیالِ مجنوں — کز خاطر و فہم آدمی بیرونند

ہر قسم کی مخلوق ہے مخلوق تیری — خم نون کی مانند الف سے سیدھی
عشاق کی تیرے۔ تری نسبت ڈالے ۱۷۹ وہ ہے جسے عالم میں نہ سمجھے کوئی۔

مردانِ تو دل بہر گردوں نہ نہند — لب بر لبِ ایں کاسۂ پُر خوں نہ نہند
در دائرۂ اہلِ وفا چوں پرکار ۱۸۰ — گر سر نہ نہند پائے بیروں نہ نہند

مطلب ہے نہ پہنچے خاک سے بندوں کو تیرے — یہ کاسۂ پُر خوں نہ لگائیں منہ سے
وہ دائرۂ وفا میں مثلِ پرکار ۱۸۰ — سر رکھ کے قدم نہ رکھیں باہر اپنے

زاوّل رہِ عشقِ تو مرا سہل نمود — پنداشت رسد بمنزلِ وصلِ تو زود
گامے دو سہ رفت و راہ را در یابید ۱۸۱ — چوں پائے دروں نہاد موجش بربود

پہلے رہِ عشق کو میں آساں سمجھا — اب وصل ہوا تیرا یہ میں نے جانا
دریا نظر آئی راہ۔ تھوڑا جو چلا ۱۸۱ — موجوں نے بہایا۔ پاؤں جس دم رکھا

گر پنہاں کرد عیبِ و گر پیدا کرد — منّت دارم ازو کہ بس بر جا کرد
تاجِ سرِ من خاکِ کفِ پائے کسے است ۱۸۲ — کو چشمِ مرا بعیبِ من بینا کرد

ظاہر کیا عیب یا چھپایا اُس نے — ممنون ہوں سب کچھ ہے بجا میرے لئے
خاکِ کفِ پا اُس کی مرے سر کا ہے تاج ۱۸۲ — جس نے مجھے بینا کیا عیبوں پہ مرے

کامل ز یکے ہنر دہ و صد بیند — ناقص ہمہ جا معائبِ خود بیند
خلق آئینۂ چشم و دلِ یکدگر اند ۱۸۳ — در آئینہ نیک نیک و بد۔ بد بیند

کامل کی نظر میں عیب سب کے ہیں ہنر — ناقص کو ہر اک میں عیب آتا ہے نظر
ایک۔ ایک کا آئینہ ہے مخلوقِ خدا ۱۸۳ — نیک آئے نظر نیک کو۔ بد۔ بد کو اگر

گلزارِ وفا۔ ز خارِ من می روید اخلاص ز رہگذارِ من می روید
در فکرِ تو دوش سر بزانو بودم ۱۸۴ امروز گل از کنارِ من می روید

اُگتا ہے۔ مرے کانٹوں سے گلزارِ وفا پیدا مری رہگذر سے اخلاص ہوا
کل تیرے تصور میں مراقب تھا میں ۱۸۴ آغوش سے میری آج گُل ہیں پیدا

در دِل ہمہ شرک رفت بر خاک چہ سود بالفرض بپلید جامۂ پاک چہ سود
زہر است گناہ و توبہ تریاک وے است ۱۸۵ چوں زہر بجاں رسید تریاک چہ سود

دل میں ہو اگر شرک تو سجدہ بے کار باطن ہو نجس تو پاک کپڑا بے کار
توبہ ہے جو تریاک تو عصیاں ہے زہر ۱۸۵ سم کھا کے ہے تریاک کا کھانا بے کار

خُرّم دل آنکہ از ستم آہ نہ کرد کس را ز درونِ خویش آگاہ نہ کرد
چوں شمع ز نورِ دل سراپا بگداخت ۱۸۶ وز دامنِ شعلہ دست کوتاہ نہ کرد

خُرّم ہے وہ دل ظلم سہے۔ اُف نہ کرے آگاہ نہ ہو حال سے کوئی اُس کے
گو نور سے مثلِ شمع پگھلے بالکل۔ ۱۸۶ شُعلے سے مگر ڈر کے وہ پیچھے نہ ہٹے

تا ولولۂ عشقِ تو در گوشم شد عقل و خرد و ہوش فراموشم شد
تا یک ورق از عشقِ تو ازبر کردم ۱۸۷ سی صد ورق از علم فراموشم شد

جب سے کہ مجھے ولولۂ عشق ہوا عقل و خرد و ہوش کو میں نے کھویا
ازبر کیا جب سے اک ورق اُلفت کا ۱۸۷ جو یاد علوم تھے سبھی تو بھولا

گوشم چو حدیث درد چشم تو شنید — فی الحال دلم خوں شد و از دیدہ چکید
چشم تو نکو شود بمن چوں نگری — تا کور شود ہر آنکہ نتواند دید

۱۸۸

آنکھوں میں تری درد ہے جب میں نے سنا — دل خون ہوا اور مری آنکھوں سے بہا
آنکھیں تری اچھی ہوں جو تو دیکھے مجھے — میں دیکھوں تجھے اور ہو حاسد اندھا

یک نیم رخت اَلَسْتُ مِنْکُمْ بَعِیْد — یک نیم دگر اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد
بر گرد رخت نوشتہ یُحْیِیْ وَیُمِیْت — مَنْ مَاتَ مِنَ الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَهِیْد

۱۸۹

رُخ نصف ترا اَلَسْتُ مِنْکُمْ بَعِیْد — اور نصف دگر اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد
ہے رُخ پہ ترے نوشتہ یُحْیِیْ وَیُمِیْت — مَنْ مَاتَ مِنَ الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَهِیْد

۱۸۹

درد اکہ ہمی روی بَرَہ باید کرد — ویں مفرش عاشقی دِرَہ باید کرد
بر طاعت و خیر خود نباید نگریست — بر رحمت و فضل او نگہ باید کرد

۱۹۰

افسوس کہ تو ہوتا ہے ہم سے رخصت — لازم ہے اٹھائیں ہم بساطِ الفت
زیبا نہیں طاعت پہ کریں اپنی نظر — ۱۹۰ کافی ہے ہمارے لیئے فضل و رحمت

آں وقت کہ ایں انجم و افلاک نبود — ویں آب و ہوا و آتش و خاک نبود
اسرار یگانگی سبق می گفتم — ویں قالب و ایں نوا و ادراک نبود

۱۹۱

جب دم نہ ستارے تھے نہ تھے یہ افلاک — یہ آب و ہوا۔ اور نہ تھی آتش و خاک
اسرار یگانگی سبق تھا میرا — ۱۹۱ قالب تھا نہ آواز نہ یہ تھا ادراک

گفتم چشمم۔ گفت براہش می دار گفتم جگرم۔ گفت بآہش می دار
گفتم کہ دلم۔ گفت چہ داری در دل ۱۹۲ گفتم غم تو۔ گفت نگاہش می دار

میں نے کہا۔ ہوں آنکھ۔ کہا دیکھے راہ میں نے کہا۔ ہوں جگر کہا وہ کرے آہ
میں نے کہا دل ہوں۔ تو کہا دل ہی گیا ۱۹۲ میں نے کہا غم ہے۔ کہا رکھ اُس کو نگاہ

اے عشق بہ دردِ تو سرے می باید صیدِ تو۔ ز من قوی ترے می باید
من مرغ بیک شعلہ کبابم بگذار ۱۹۳ کیں آتش را۔ سمندرے می باید

اے عشق ترے درد کو سر ہو کوئی ہو صید ترا مجھ سے قوی تر کوئی
میں ایک ہی شعلہ سے جلا۔ چھوڑ مجھے ۱۹۳ اس آگ کو لازم ہے۔ سمندر کوئی

یارب بکشاگرہ ز کارِ من زار رحمے کہ ز خلق عاجزم در ہمہ کار
جز درگہِ تو کے بود مرم درگاہے ۱۹۴ محروم ازیں در نکنم اے غفار

یارب تو مرے کام کی گتھی سلجھا کر رحم۔ کہ مخلوق سے عاجز میں ہوا
کوئی نہیں در میرا۔ بجز در کے ترے ۱۹۴ محروم نہ کرنا مجھے میرے مولا

یارب بہ دو نور دیدۂ پیغمبرؐ یارب بہ دو شمع دودمانِ حیدر
بر حالِ من۔ از عینِ عنایت بنگر ۱۹۵ دارم نظرے آنکہ نیفتم ز نظر

یارب بطفیلِ حسنینِ اطہرؑ یارب بطفیلِ دو دمانِ حیدر
تو عینِ عنایت کی نظر کر مجھ پر ۱۹۵ عینی رہے ہر آن عنایت کی نظر

در بزم تو اے شوخ منم زار و اسیر — در کشتن من ہیچ نداری تقصیر
با غیر سخن کنی کہ از رشک بسوز — سوئم نکنی نظر کہ "از غصہ بمیر"

۱۹۶

اے شوخ! تری بزم میں ہوں زار و اسیر — خواہاں ہے مری جان کا تو بے تقصیر
غیروں سے تکلم۔ کہ جلوں دیکھ کے میں — دیکھے نہ مجھے تاکہ مروں میں دلگیر

گر دور فتادم از وصالت بضرور — دارد دلم از یاد تو صد نوع حضور
خاصیتِ سایۂ تو دارم کہ مدام — نزدیکِ توام اگرچہ می افتم دور

۱۹۷

ہوں وصل سے گو میں بضرورت مہجور — حاصل مرے دل کو ہے مگر تیرا حضور
خاصیت سایہ ہے یہ مجھ میں کہ مدام — میں پاس ہوں۔ ہر چند رہوں تجھ سے دور

خورشید چو بر فلک زند رایت نور — در پرتو آں خیرہ شود دیدہ زدور
داندم کہ کند ز پردۂ ابر ظہور — فَالنَّاظِرُ یَجْتَلِیْہِ مِنْ غَیْرِ قُصُوْرٍ

۱۹۸

خورشید فلک پہ گاڑے جب رایت نور — پرتو سے نظر خیرہ ہو۔ ہر چند ہو دور
لیکن جو کرے ابر کے پردے میں ظہور — فَالنَّاظِرُ یَجْتَلِیْہِ مِنْ غَیْرِ قُصُوْرٍ

اے فضلِ تو دستگیرِ من۔ دستم گیر — سیر آمدہ ام ز خویشتن۔ دستم گیر
تا چند کنم توبہ و تا کے شکنم — اے توبہ دہ و توبہ شکن دستم گیر

۱۹۹

تو فضل سے میری دستگیری فرما — میں سیر ہوں اپنے سے۔ ہو یاور میرا
کب تک میں کروں توبہ پھر اسکو توڑوں — توفیق تجھی سے ہے۔ ہو توفیق عطا

یارب در دل بہ غیر خود جا مگذار — در دیدۂ من گرد تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ ۲۰۰ رحمے رحمے مرا بہ من وا مگذار

یارب نہ رہے تیرے سوا دل میں کوئی — آنکھوں کو ہو دیدار کی حسرت باقی
ہوتا نہیں کچھ مجھ سے مقرر ہوں اس کا ۲۰۰ کر رحم۔ نہ چھوڑ۔ مجھکو حالت پہ ری

لذات جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر — با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخر عمر رحلتت باید کرد ۲۰۱ خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

چکھا ہو۔ تمام عمر۔ دنیا کا مزا — گو یار سے عمر بھر ہم آغوش رہا
ہے آخر کار تجکو مرنا بھی ضرور ۲۰۱ وہ خواب تھا عمر بھر جو تو نے دیکھا

ہر دُر کہ ز بحر اشکم افتد بہ کنار — در رشتۂ جان خود کشم گوہر وار
گیرم بکفش چو سُبحہ در فرقت یار ۲۰۲ یعنی کہ نمی زنم نفس جز بشمار

جو گوہر اشک میرے دامن پہ گرے — بس رشتۂ جاں میں ہی پرو کر میں اُسے
تسبیح بکف۔ ہجر صنم میں ہو جاؤں ۲۰۲ یعنی ہر سانس لوں۔ میں گنتی کر کے

ہر لقمہ کہ بر خوان عوان است مخور — گر نفس ترا راحت جان است مخور
گر نفس ترا عسل نماید بہ مثل ۲۰۳ آں خون دل پیرہ زنان است مخور

احباب کے خوان پہ نہ کھا اک لقما — ہر چند ہو خوش نفس ترا من سے نہ کھا
مانا کہ ترا نفس عسل سمجھے اُسے ۲۰۳ وہ خون دل پیرہ زناں ہے گویا

ناقوس نواز گر ز من دارد عار — سجادہ نشیں اگر ز من کردہ کنار
من نیز بر غم ہر دو انداختہ ام — ۲۰۴ تسبیح در آتش۔ آتش اندر زنار

ہے مجھ سے برہمن کو اگر ننگ و عار — سجادہ نشیں مجھ سے اگر ہے بیزار
تو میں بھی ہوں ان دونوں کا پکا دشمن — ۲۰۴ تسبیح کو دوں آگ جلاؤں زنار

با یار موافق آشنائی خوشتر — وز ہمدم بیوفا جدائی خوش تر
چوں سلطنت زمانہ بگذاشتنی است — ۲۰۵ پیوند بملک بے نوائی خوش تر

جو یار ہو مخلص آشنائی اچھی — ہمدم جو ہو بے وفا۔ جدائی اچھی
ہے سلطنت زمانہ مٹنے والی — ۲۰۵ اس سے تو ہماری بے نوائی اچھی

بدہ مرا تو خدایا دریں خجستہ سفر — ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر
بحرمت سہ محمد بحق چار علی — ۲۰۶ بدو حسن و حسین و بموسی و جعفر

الٰہی مجھکو جو درپیش ان دنوں ہے سفر — دعا یہ کرتا ہوں میں تو قبول اسکو کر
عطا ائمۂ اثنا عشر کے صدقہ میں ہو — ۲۰۶ ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر

تا چند حدیث قامت و زلف نگار — تا کے باشی طالب بوس و کنار
گر زانکہ نئی دروغ زن عاشق وار — ۲۰۷ در عشق چو او ہزار چوں او بگذار

کب تک یہ ذکر قامت و زلف نگار — کب تک تجھے ہوگی طلب بوس و کنار
سچا اگر عاشق ہے تو پھر چھوڑ بھی دے — ۲۰۷ ایک اس کی محبت میں خیال ایسے ہزار

آگاہ بزی اے دل و آگاہ بمیر — چوں طالب منزلی تو در راہ بمیر
عشق است بسانِ زندگانی دگر — زینساں کہ توئی خواہ بزی خواہ بمیر ۲۰۸

آگاہی میں ہو دل! ترا مرنا۔ جینا — تو طالب منزل ہے تو رہ میں مرجا
مزا رہِ عشق میں ہے جینا ۔ ورنہ ۲۰۸ — بے عشق کے جینا بھی ہے مزا میرا

مجنون و پریشانِ توام دستم گیر — سرگشتہ و حیرانِ توام دستم گیر
ہر بے سر و پا چو دستگیرے دارد — من بے سر و سامانِ توام دستم گیر ۲۰۹

مجنون و پریشاں ہوں مدد کر میری — سرگشتہ و حیراں ہوں مدد کر میری
ہر بے سر و پا کا ہے مددگار کوئی ۲۰۹ — میں بے سر و ساماں ہوں مدد کر میری

دل خستہ و دلفگار و مژگاں خونریز — رفتم بر آں یار مہ مہر انگیز
من جائے نکردہ گرم گردوں بستیز — زد بانگ کہ ہاں چند نشینی برخیز ۲۱۰

آنکھوں سے لہو بہتا۔ پریشان و نزار — پاس اُس کے گیا جو ہے مرا مہر نگار
بیٹھا بھی نہ تھا کہ چرخ نے للکارا ۲۱۰ — اُٹھ جا۔ آخر نشست کب تک بیکار

من بودم و دوش آں بتِ بندہ نواز — از من ہمہ لابہ بود از او ہمہ ناز
شب رفت و حدیثِ ما بپایاں نرسید — شب را چہ گنہ حدیثِ ما بود دراز

خلوت میں ملا کل جو بتِ بندہ نواز — وہ تھا ہمہ تن ناز تو میں محوِ نیاز
پوری نہ ہوئی بات کہ شب ختم ہوئی — کیا شب کا قصور۔ قصۂ غم تھا دراز

در ہر سحرے باتو ہمی گویم راز — بر درگہ تو ہمی کنم عرض نیاز
بے منت بندگانت اے بندہ نواز — کارِ من بیچارۂ سرگشتہ بساز ۲۱۲

ہوتے ہی سحر کہتا ہوں میں اپنا راز — تجھ سے ہی فقط کرتا ہوں کچھ عرض نیاز
احسان کسی کا نہ ہو اور کام بنے — عاجز ہوں مدد کر مری یوں بندہ نواز ۲۱۲

جُہدے بکن از پند پذیری دو سہ روز — تا پیشتر از مرگ بمیری دو سہ روز
دُنیا زن پیر است چہ باشد ار تو — با پیرہ زنے اُنس نگیری دو سہ روز ۲۱۳

یہ پیری نصیحت ہے کہ کر سعی ذرا — تاکہ تجھے ہو اجل سے کچھ پہلے فنا
دنیا ہے زنِ پیر لگا اس سے نہ دل — بوڑھی سے نہیں دل کا لگانا اچھا ۲۱۳

دل جز رہ عشق تو نہ پوید ہرگز — جز محنت و دردِ عشق تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشق تو شورستاں کرد — تا مہر کسے در آں نہ روید ہرگز ۲۱۴

دل کر ہے اگر طلب تو تیری ہے طلب — سہتا ہے ترے عشق میں وہ رنج و تعب
جب تو ہی مرے دل میں سمایا آکر — اغیار کا پھر خیال آسکتا ہے کب ۲۱۴

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز — نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز — چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز ۲۱۵

جب سے کہ تجھے دیکھا ہے اے شمع طراز — کچھ کام نہ کرتا ہوں۔ نہ روزہ نہ نماز
ہو تیری حضوری۔ تو مجاز بالکل ہے نماز — بے تیرے مری نماز بالکل ہے مجاز ۲۱۵

اے جملہ بیکساں عالم را کس — یکجو کرمت تمام عالم را بس
من بیکسیم و تو بے کساں را یاری — یارب تو بفریاد من بیکس رس ۲۱۶

یارب ہے تو ہی بیکسوں کا دا لی — تل بھر تری بخشش ہے جہاں کو کافی
یا رہے تو بیکسوں کا۔ میں ہوں بیکس — فریاد مری سُن کہ ہوں میں فریادی

شاہا ز دعائے مرد آگاہ بترس — وز سوز دل و آہ سحرگاہ بترس
بر لشکر و بر سپاہ خود غرہ مشو — از آمدن سیل بناگاہ بترس ۲۱۷

اے شاہ دُعائے مرد آگاہ سے ڈر — اور سوز دل و آہ سحرگاہ سے ڈر
تو لشکر و افواج پہ مغرور نہ ہو — بیکار یہ سب ہیں سیل ناگاہ سے ڈر

نوروز شد و جہان برآورد نفس — حاصل ز بہار عمر ما را غم و بس
از قافلۂ بہار نامد آواز — تا لالہ بباغ سرنگوں ساخت جرس ۲۱۸

نوروز کے جانے کا جہاں کو ہے الم — حاصل ہے ہماری زندگانی کا غم
کب قافلۂ بہار دیتا ہے صدا — ہے مثل جرس باغ میں سر لالے کا خم

در دل دردیست از تو پنہاں کہ مپرس — تنگ آمدہ چنداں دلم از جاں کہ مپرس
با ایں ہمہ حال در چنیں تنگ دلی — جا کردہ محبت تو چنداں کہ مپرس ۲۱۹

اے یار نہ پوچھ درد دل کا احوال — تنگ آیا ہوں میں جان سے جینا ہے وبال
یہ حال ہے یہ تنگ دلی ہے۔ لیکن — ہے دل مرا اُلفت سے تری مالا مال

اے آئینۂ ذاتِ تو ذاتِ ہمہ کس — مرآتِ صفاتِ تو صفاتِ ہمہ کس
۲۲۰
ضامن شدم از بہرِ نجاتِ ہمہ کس — بر من بنویس سیّئاتِ ہمہ کس

اے وہ کہ ہر اک ذات ہے آئینۂ ذات — ہر اک کے صفات ہیں ترے عکسِ صفات
۲۲۰ ہر شخص کا ضامن ہوا میں بہرِ نجات — تو سب کے گنہ نام پہ میرے لکھ دے

اللہ بفریاد من بیکس رس — لطف و کرمت یار من بیکس رس
۲۲۱
ہر کس بکسے و حضرتے می نازد — جز حضرتِ تو ندارد ایں بیکس کس

فریاد مری سن کہ ہوں یارب بیکس — درکار ترا لطف و کرم ہے اور بس
۲۲۱ ہر شخص کو ہے ناز کسی اپنے پر — تو میرا مددگار رہے میں ہوں بے بس

شاہی طلبی، برو گدائے ہمہ باش — بیگانہ ز خویش و آشنائے ہمہ باش
۲۲۲
خواہی کہ ترا چو تاج بر سر دارند — دستِ ہمہ گیر و خاکپائے ہمہ باش

شاہی کی طلب ہے تو گدا ہو سب کا — چھوڑا اپنا خیال آشنا ہو سب کا
۲۲۲ سر تاج بنے سب کا یہ خواہش ہے اگر — ہو خلق کا دستگیر، خاکپا ہو سب کا

تا در نزنی بہر چہ داری آتش — ہرگز نشود حقیقتِ حال تو خوش
۲۲۳
ما را خواہی خطے بعالم درکش — کاندر یک دل دو دوستی ناید خوش

تو آگ لگا، پاس ہے جو کچھ تیرے — تا کہ تجھ پر حقیقتِ حال کھلے
۲۲۳ اللہ کا طالب ہے تو دنیا کو چھوڑ — اِک دل میں سمائے دو کی الفت کیسے

در میداں با سپر و ترکش باش — سر ہیچ بخود مکش بما سرکش باش
۲۲۴
گو خواہ زمانہ آب خواہ آتش باش — تو شاد بزی و در میانہ خوش باش

میدان طلب میں بیٹھ ہر دم تیار — خاموش نہ رہ یار سے رکھ تو سروکار
۲۲۴
گو گذریں ہزار گرم و سردِ عالم — آرام و خوشی سے اپنی تو عمر گذار

سودائے تو ام در جنوں میزد دوش — دریائے دو دیدہ موج خوں میزد دوش
۲۲۵
در نیم شبے خیال تو رسید — ورنہ جانم خیمہ بروں می زد دوش

سودا تری اُلفت کا جو کچھ اور بڑھا — کل خون کا دریا مری آنکھوں سے بہا
۲۲۵
شب گذری تھی آدھی کہ ترا آیا خیال — ورنہ مرا دم تن سے نکل ہی جاتا

در خانۂ خود نشستہ بودم دل ریش — وز بارِ گنہ فگندہ بودم سر پیش
۲۲۶
آواز آمد کہ غم مخور اے درویش — تو در خورِ خود کنی و ما در خورِ خویش

میں بیٹھا تھا گھر میں اپنے دل ریش — تھا مجھ کو گناہوں کا تردد سر پیش
۲۲۶
آئی یہ ندا کہ غم نہ کر اے درویش — رحمت ہے گنہ ہوں سے ترے بیش از بیش

آتش بہ دو دستِ خویش در خرمنِ خویش — خود بر زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش
۲۲۷
کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش — اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

خرمن میں لگائی آگ میں نے خود ہی — دشمن کا گلا کیسا شکایت کیسی
۲۲۷
دشمن نہیں میرا کوئی خود میرے سوا — افسوس ہے دامن و دست حالت پر میری

پیوستہ مرا ز خالق جسم و عرض — حقا کہ ہمیں بود و ہمیں است غرض
کاں جسم لطیف را نجلوتگہِ ناز — فارغ بنیم ہمیشہ زا سیب مرض ۲۲۸

یہ عرض ہے میری خالق جسم و عرض — ہے میری ہمیشہ سے یہی ایک غرض
خلوتگہ ناز میں مری روح لطیف — دیکھے نہ کبھی کوئی بھی آسیب مرض ۲۲۸

گشتی بوقوف بر مواقف قانع — شد قصد مقاصدت ز مقصد مانع
ہرگز نشود تا بکس کشف حُجُب — انوارِ حقیقت از مطالع طالع ۲۲۹

تو خود ہی تعینات پر ہے قانع — مقصود میں ہیں تیرے مقاصد مانع
جب تک نہ حجاب درمیاں سے ہوں دور — انوارِ حقیقت نہوں ہرگز طالع ۲۲۹

حق تعالیٰ کہ مالک الملک است — لَیْسَ فِی الْمُلْکِ غَیْرُہٗ مَالِکٌ
می رساند بیک دگر ما را — اِنَّہٗ قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکَ ۲۳۰

مالک الملک حق ہے اے سالک — لَیْسَ فِی الْمُلْکِ غَیْرُہٗ مَالِکٌ
ایک سے لیکے دوسرے کو ترے — اِنَّہٗ قَادِرٌ عَلٰی ذَالِکَ ۲۳۰

یَا مَنْ بِکَ حَاجَتِیْ وَرُوْحِیْ بِیَدِکَ — عَنْ غَیْرِکَ اَعْرَضْتُ وَاَقْبَلْتُ اِلَیْکَ
مَالِیْ عَمَلٌ صَالِحٌ اَسْتَظْهِرُ بِہٖ — قَدْ جِئْتُکَ رَاجِیًا تَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ ۲۳۱

تو جان کا مالک ہے میں محتاج ترا — اغیار سے پھر کر ترا دامن پکڑا
اچھے نہیں اعمال بھروسا کیسا — رحمت پہ بھروسہ ہے تری اے مولا ۲۳۱

خلقاں ہمہ بر درگہت اے خالق پاک — ہستند پئے قطرۂ آبے غمناک
۲۳۲
سقائے سحاب را بفرما از لطف — تا آب زند بر سرایں مشتے خاک

جتنی بھی ہے مخلوق تری خالق پاک — اک قطرۂ بارش کے لیئے ہے غمناک
ہو بہر کرم حکم کہ سقائے سحاب — چھڑکاؤ سے بارش کے دبا دے سب خاک

دستے کہ زدے بنا زور زلف تو چنگ — چشمے کہ زدیدنت زدل بردے زنگ
۲۳۳
آں چشم بست بے تو ام چہرہ بخوں — ایں دست بکوفت بے تو ام سینہ بسنگ

جو ہاتھ کہ گیسو کو ترے چھوتا تھا — جس آنکھ نے دیدار سے دی دل کو جلا
بے تیرے وہ آنکھ اب بہاتی ہے لہو — اُس ہاتھ نے اب ہجر میں سینہ کوٹا

بر چہرہ ندارم ز مسلمانی رنگ — دارد بر من شرف سگِ اہل فرنگ
۲۳۴
آں روسیہ ام کہ باشد از بودن من — دوزخ را ننگ و اہل دوزخ را ننگ

چہرہ سے عیاں کچھ نہیں اسلام کے ڈھنگ — بڑھ کر کہیں مجھ سے ہے سگِ اہل فرنگ
اب مجھ سے ہے میری روسیاہی کے سبب — دوزخ کو بھی ننگ و اہل دوزخ کو بھی ننگ

تا شیر بدم شکار من بود پلنگ — پیروز شدم بہر چہ کردم آہنگ
۲۳۵
تا عشق ترا بر در آدردم تنگ — از بیشہ بروں کردمرا روبہ لنگ

جب شیر تھا میں صید مرا تھا چیتا — جس چیز پہ حملہ کیا پکڑا مارا
جب سے کہ پھنسا دام محبت میں تری — اک روبہ لنگ نے کچھار میرا چھینا

سرمست بدشت خاوران لالہ آل — چوں دانۂ اشکِ عاشقاں در مہ و سال

۲۳۶ بنمود چو حُسن دوست از پردہ جمال — چوں صورتِ حالِ من شد ش صورت حال

سرمست ہے دشت خاوراں میں لالہ لال — جس طرح کہ اشکِ عاشقاں ہر مہ و سال

۲۳۶ جب یار کے حُسن نے دکھایا جلوہ — میری ہی ہوئی لالہ کی بھی صورت حال

در باغ گجا روم کہ نالد بلبل — بے تو چہ کنم جلوۂ سرو و سُنبل

۲۳۷ یا قدِ تو ہست انچہ می دارد سرو — یا روئے تو ہست انچہ می دارد گل

گلشن میں کہاں جاؤں ہے گریاں بلبل — بے تیرے عبث بہارِ سرو و سنبل

۲۳۷ ہے سرو تو اُس کا بھی ہے تیرا ہی سا قد — گلرو ترے چہرے ہی کا نقشہ ہے گُل

اے چاردہ سالہ مہ کہ در حسن و جمال — ہمچوں مہ چاردہ رسیدی بکمال

۲۳۸ یارب نرسد بحسنت آسیبِ زوال — در چاردہ سالگی بمانی صد سال

مہر و ترا ہے چودہویں سال ایسا جمال — جسطرح کہ ہو چودہویں شب بدر ہلال

۲۳۸ اس حُسن کو اللہ کرے ہو نہ زوال — یونہی رہے تو چودہ برس کا سو سال

اے عہدِ تو عہدِ دوستاں سر بسر گل — از عہدِ تو کیں خیزد و از مہرِ تو ذُل

۲۳۹ اے یکشبہ ہمچو شمع و یک روزہ چو گُل — پُر ولولہ و میان تہی ہمچو دُہل

ہے عہد ترا عہد دوستاں سر بسر گل — ہے عہد میں کینہ تو تری مہر میں ذُل

۲۳۹ مہمان ہے شب و روز کا مثل گُل و شمع — پُر ولولہ درمیان تہی مثل دُہل

گر با غمِ عشق سازگار آید دل — بر مرکبِ آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق — ور عشق نباشد بچہ کار آید دل ۲۴۰

جس دل میں غمِ عشق نے گھر کر کے کیا — اُس دل کا حقیقت میں بڑا کام بنا
دل ہی جو نہ ہوتا تو کہاں رہتا عشق — اور عشق نہ ہوتا تو نہ دل کام کا تھا ۲۴۰

با خود درِ وصل تو کشودن مشکل — دل را بفراغ آزمودن مشکل
مشکل حالے و طرفہ مشکل حالے — بودن مشکل با تو نہ بودن مشکل ۲۴۱

خود کو نہ مٹاؤں تو نہ ہو وصل ترا — مشکل بفراغ آزمانا دل کا
مشکل ہے مجھے اور بڑی مشکل ہے — غم وصل کا اور ہجر میں دو بھر جینا ۲۴۱

شیدائے ترا روح مقدس منزل — سودائے ترا عقل مجرد محمل
سیاحِ جہانِ معرفت یعنی دل — در بحرِ غمت دست بسر پائے بہ گل ۲۴۲

عاشق کی ترے روح مقدس منزل — سودا کا ترے۔ عقل مجرد محمل
سیاحِ جہانِ معرفت یعنے دل — دریا میں ترے غم کے ہوا پائے بگل ۲۴۲

پرسید کہ منزلِ آں مہر گسل — گفتم کہ دلِ من است اورا منزل
گفتا کہ دلت کجاست گفتم برو — پرسید کہ او کجاست گفتم در دل ۲۴۳

اک شخص نے پوچھا کہ کہاں ہے دلبر — میں نے کہا دل میں ہے مرا رشک قمر
پوچھا کہ کہاں ہے دل کہا اُسکے پاس — پوچھا وہ کہاں ہے۔ کہا دل کے اندر ۲۴۳

آزردہ ترم گرچہ کم آزار ترم بے یار ترم گرچہ وفادار ترم
با ہر کہ وفا و صبر پیش کردم ۲۴۴ سبحان اللہ بچشم او خوار ترم

آزردہ ہوں میں گرچہ کم آزار ہوں میں بے یار ہوں میں گرچہ وفادار ہوں میں
کی جس سے وفا میں نے زیادہ سب سے ۲۴۴ سبحان اللہ نظر میں اس کی خوار ہوں میں

گر دستِ تضرّع بدعا بردارم بیخ دینِ کوہ ہا ز جا بردارم
لیکن ز تفضّلاتِ معبود احد ۲۴۵ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا از بر می دارم

مانگوں جو کسی روز - دعائیں دل سے اڑ جائیں پہاڑ جڑ سے گا لا بن کے
افضال سے معبود واحد کے لیکن ۲۴۵ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ازبر ہے مجھے

مشہود و خفی چو گنج دقیانوسم پیدا و نہاں چو شمع در فانوسم
القصّہ دریں چمن چو بیدِ مجنوں ۲۴۶ می بالم و در ترقی معکوسم

غاروں کا خزانہ ہوں - نہاں اور عیاں فانوس میں ہوں شمع عیاں اور نہاں
القصّہ چمن میں بید مجنوں کی طرح ۲۴۶ گھٹتا جاتا ہوں جب بڑھتا ہوں میں ہر آں

بے مہری آں بہانہ جو می دانم بے درد و ستم عادتِ او می دانم
جز جور و جفا عادتِ آں بدخوئی ۲۴۷ من شیوۂ یار خود نکو می دانم

مکّاری حیلہ جو کو میں جانتا ہوں بے درد ہے اس کی خو کو میں جانتا ہوں
خصلت میں ہے بدخو کی جفا اور ستم ۲۴۷ بے مہری ماہرو کو میں جانتا ہوں

نے باغ نہ بستان و چمن می خواہم نے سرو نہ گل نہ یاسمن می خواہم
خواہم ز خدائے خویش کنجے کہ دراں ۲۴۸ من باشم و آں کسے کہ من میخواہم

بستاں کی طلب اور نہ چمن ہے درکار ہوں سرو و گل و یاسمن سے بیزار
ہے گوشۂ عافیت خدا سے مطلوب ۲۴۸ جسمیں رہوں میں اور فقط میرا یار

تب را کردم در آب و آتش کردم یک چند بتعویذ و کتابش کشتم
بارش یکبار در عرق کردم غرق ۲۴۹ چوں لشکر فرعون در آبش کشتم

پانی سے بجھائی آگ میں نے تپ کی کچھ مصحف و تعویذ سے کم کی گرمی
یوں عرق پسینہ میں کیا پھر جس طرح ۲۴۹ فرعون کے لشکر کو ڈبوئے پانی

دی شب کہ بکوئے یار میگردیدم وانی کہ بپے چہ کار می گردیدم
قربانِ خلافِ وعدہ اش میگشتم ۲۵۰ گرد سرِ انتظار می گردیدم

کل کوچۂ جاناں میں جو میں پھرتا تھا معلوم ہے؟ کیا کام وہاں تھا میرا
میں وعدہ خلافی پہ تھا قربان اسکی ۲۵۰ یعنی تھا میں انتظار جاناں پہ فدا

ما با مے و مستی سرِ تقوٰی داریم دنیا طلبیم و میلِ عقبٰی داریم
کے دنیا و دیں ہر دو بہم آید راست ۲۵۱ این است کہ ما نہ دیں نہ دنیا داریم

مے پیتے ہیں اور خیالِ تقوٰی ہے ہمیں دنیا کی طلب ہے میلِ عقبٰی ہے ہمیں
ممکن نہیں جمع دین و دنیا ہو جائیں ۲۵۱ کچھ دین ہی حاصل ہے نہ دنیا ہے ہمیں

ما بین دو عین یار از نون تا میم — بینی الفے کشیدہ بر صفحۂ سیم
نے نے غلطم کہ از کمالِ اعجاز — ۲۵۲ انگشتِ نبی است کردہ مہ را بہ دو نیم

ما بین دو عین یار۔ از نون تا میم — بینی ہے الف کشیدہ بر صفحۂ سیم
ہیں ہوں غلطی پہ۔ بکمالِ اعجاز — ۲۵۲ انگشت نبیؐ نے کیا مہ کو دو نیم

روزے زپئے گلاب می گردیدم — پژمردہ عذار گل در آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردہ کہ می سوزندت — ۲۵۳ گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم

پھرتا تھا میں جستجو سے گل میں حیراں — کچھ پتیاں آتش میں جو دیکھیں سوزاں
گل سے جو یہ پوچھا کہ خطا کیا ہے تیری — ۲۵۳ بولا کہ گلستاں میں ہوا تھا خنداں

تا بردی ازیں دیار تشریف قدوم — بر دل رقم شوق تو دارم مرقوم
ایں غصہ مرا کشت کہ ہنگام وداع — ۲۵۴ از دولت دیدار تو گشتم محروم

تو لے گیا جس دن سے کہ تشریف قدوم — دل پر رقم شوق ہے میرے مرقوم
اس رنج نے مارا کہ بوقت رخصت — ۲۵۴ دیدار کی دولت سے رہا میں محروم

زاندم کہ قرین محنت و افغانم — ہر لحظہ ز ہجراں بلب آمدہ جانم
محروم ز خاک آستانت زانم — ۲۵۵ کز سیل سرشک خود گذر نتوانم

جب سے کہ مرا کام ہوا آہ و فغاں — میں ہجر میں جاں بلب ہوں اے جانِ جہاں
محروم ہوں خاکِ آستاں سے کہ نہیں — ۲۵۵ دریائے سرشک سے گذر کا امکاں

عمرے بہوسِ بادِ ہوا پیمودم — در ہر کارے خونِ جگر پالودم
۲۵۶
در ہر چہ زدم دست ز غم فرسودم — دست از ہمہ باز داشتم آسودم

ایک عمر ہوس میں ہی گرفتار رہا — ہر کام میں ہی خونِ جگر میں نے پیا
۲۵۶
جو کام کیا ہیچ ہی پایا میں نے — جب چھوڑ دیا سب کو تو آرام ملا

بایادِ تو با دیدۂ تر مے آیم — وز بادۂ شوق بے خبر مے آیم
۵۷
ایامِ فراق چوں بسر آمدہ است — من نیز بسوئے تو بسر مے آیم

رہتا ہوں تری یاد میں با دیدۂ تر — مدہوش مئے شوق سے میں ہوں اکثر
۲۵۷
اب ہجر کے ایام ہوئے چونکہ ختم — یوں سر کے بل آتا ہوں میں چل کر دلبر

گر در سفرم توئی رفیقِ سفرم — ور در حضرم توئی انیسِ حضرم
۲۵۸
ہر جا کہ نشینم و بہر جا گذرم — جز تو نبود ہیچ مُرادِ دگرم

ہے تو ہی رفیق گر کروں کوئی سفر — ہے تو ہی انیس - وہ سفر ہو کہ حضر
۲۵۸
ہوتا ہے جہاں کہیں بھی گر میرا گذر — اِک تیرے سوا کوئی نہیں مدِ نظر

در حضرتِ پادشاہِ دوراں مائیم — در دائرۂ وجود سلطاں مائیم
۲۵۹
منظورِ خلائق است ایں سینۂ ما — پس جامِ جہانیان خلقاں مائیم

حاصل ہے ہمیں - حضورِ شاہِ دوراں — ہم دائرۂ وجود میں ہیں سلطاں
۲۵۹
مخلوق کا منظر ہے ہمارا سینہ — ہے جامِ جہاں نما یہ قلبِ انساں

نہ از سر کار با خلل می ترسم نے نیز ز تقصیر امل می ترسم
۲۶۰
ترسم کہ گناہ نیست آمرزشش ہست از سابقۂ روز ازل می ترسم

اس کا نہیں ڈر کام ہے میرا ابتر تقصیر اَمل کا ہے نہ کچھ خوف و خطر
لکھا ہے بشقی ازل میں یا مجکو سعید ۲۶۰ لے دیکے اگر ہے تو یہی ہے مجھے ڈر

ایں بخت ندارم کہ بقامت بنیم یا در گذرے ہم بسلامت بنیم
۲۶۱
وصل تو بہیچ گونہ دستم ناید نامت بنویسم و بنامت بنیم

دیکھوں تجھے تقدیر کہاں ایسی مری یا راستہ میں ہی ہو ملاقات تری
ممکن نہیں جب وصل تو کافی ہے یہی ۲۶۱ حاصل کروں میں نام سے تسکین دلی

چوں آں شدہ ام کہ دید تو اَنم تا پیش تو اے نگار نشانم
۲۶۲
چوں ذرہ بخورشید ہمی پیوندد خورشید تو ئی بذرہ من مانم

ہے اپنا وجود اپنی نظر سے ہی نہاں ہو وصل ترا۔ ہے یہ کہاں با امکاں
خورشید میں مل جاتا ہے لیکن ذرہ ۲۶۲ ہے مہر جو تو۔ ذرہ ہوں میں اے جاناں

زا میزش جان و تن تو ئی مقصودم وز مردن و زیستن تو ئی مقصودم
۲۶۳
تو دیر زی کہ برفتم زمیاں گر من گویم زمن تو ئی مقصودم

مقصود ہے ربط جسم و جاں سے تو ہی تیرے لیے ہے مرگ ہو یا زیست مری
مقصود تری ذات ہے معدوم ہوں میں ۲۶۳ مقصود فنا سے بھی ہے تیری ہستی

بے دردِ تو اندیشۂ درماں نکنم بے زلفِ تو آرزوئے ایماں نکنم
جاناں تو اگر جاں طلبی خوش باشد اندیشۂ جاں برائے جاناں نکنم ۲۶۴

درماں کی نہیں فکر جو ہے درد ترا ہاتھ آئے تری زلف تو ایماں کیسا
تو طالبِ جاں ہو تو خوشی سے مرجاؤں ۲۶۴ تجھپر مریجاں۔ جاں ہے سو جاں سے فدا

از جملۂ دردہائے بے درمانم وز جملہ سوزِ داغ بے تابانم
سوزندہ تر است کہ چوں مردم چشم در چشمِ منی و دیدنت نتوانم ۲۶۵

میں ہوں ہمہ تن درد۔ مگر بے درماں بے نور جو ہو۔ میں ہوں وہ دیدۂ سوزاں
رونا تو یہ ہے آنکھ کی پتلی کی طرح ۲۶۵ تو آنکھ میں رہ کر بھی نظر سے ہے نہاں

شمعم کہ بپردہ نہاں فرد می گریم می خندم و ہر زماں فرو می گریم
چوں ہیچکس از گریۂ من آگہ نیست خوش خوش بمیانِ جاں فرو می گریم ۲۶۶

درپردہ مثالِ شمع ہوں میں گریاں روتا ہوں بہ باطن تو بظاہر خنداں
آگاہ نہیں کوئی بھی رونے سے مرے ۲۶۶ روتا ہوں میں دل ہی دل میں اے جاں جاں

تا چند بگردِ سرِ ایماں گردم وقت ست کہ از افعال پشیماں گردم
خاکم ز کلیسا و آبم ز شراب کافر ترازانم کہ مسلماں گردم ۲۶۷

ایمان کا کب تک کروں میں اندیشہ افعال پہ لازم ہے پشیماں ہونا
ہے خاک کلیسا و مے سے جو خمیر ۲۶۷ میں کفر میں پختہ ہوں مسلماں کیسا

ہر چند کہ دل بوصل شاداں کردیم — دیدیم کہ خاطرت پریشاں کردیم
۲۶۸
خوش باش کہ ما خوئے بہجراں کردیم — برخود دشوار و برتو آساں کردیم

ہر چند کہ دل وصل سے خوش ہم نے کیا — دل تیرا مگر اُس سے پریشان ہوا
۲۶۸
خوش ہو کہ ترے ہجر کی عادت کرلی — آرام دیا مجکو تو خود رنج سہا

یادت کنم ارشاد و گر غمگینم — نامت برم ار خیزم اگر بنشینم
۲۶۹
با عشق تو خوکردہ ام ایدوست چنانک — در ہر چہ نظر کنم ترا می بینم

شادی ہو کہ غم دھیان ہے ہر دم تیرا — ہر دم ہے ترا نام وظیفہ اپنا
۲۶۹
الفت میں بندھا ایسا تصور مجکو — ہر شے میں نظر آتا ہے تیرا جلوا

در مصطبہ ہا دُرد کشاں ما باشیم — بدنامی ہا را نام و نشاں ما باشیم
۲۷۰
از بد ترانی کہ تو شاں می بینی — چوں نیک بہ بینی بدیشاں ما باشیم

مے خانوں میں ہم پیتے ہیں تلچھٹ کی — بدنامی کا ہے نام و نشاں ہم سے ہی
۲۷۰
تو جن کو سمجھتا ہے نہایت بدتر — کر عمکہ میں اصل ہیں اُس کی بھی

ہر چند گہے ز عشق بیگانہ شویم — با عافیت کنشت و ہم خانہ شویم
۲۷۱
ناگاہ پری رُخے بمن بر گذرد — بر گردم ازاں حدیث و دیوانہ شویم

کرتے بھی ہیں گر عشق سے ہم قطع نظر — جا بیٹھتے ہیں چین سے گھر کے اندر
۲۷۱
پھر جلوہ دکھاتا ہے کوئی شوخ حسیں — ہو جاتے ہیں پھر عشق میں بیحد مضطر

اندر طلبِ یار چو پروانہ شدم اوّل قدوم از وجود بیگانہ شدم
۲۷۲
او علم نمی شنید لب بر بستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

میں جب طلبِ یار میں پروانہ ہوا تو اپنے وجود سے بھی بیگانہ ہوا
۲۷۲ وہ علم سے ہے نفور خاموش ہوں میں نفرت اُسے عقل سے میں دیوانہ ہوا

اندوہِ تو از دلِ حزیں می وزدم نامت ز زبانِ آنُ ایں می وزدم
۲۷۳
می نالم و قفل بر دہاں می فگنم می گریم و خوں در آستیں می وزدم

دل سے بھی ترے غم کو کیا پوشیدہ ہر شخص سے ہے نام چھپایا تیرا
۲۷۳ روتا ہوں مگر اُف نہیں کرتا منہ سے مُنہ ڈھانک کے دامن سے لہو میں رویا

غمناکم و از درِ تو با غم نروم جز شاد و اُمیدوار و خرّم نروم
۲۷۴
از درگہِ ہمچو تو کریمے ہرگز نومید کسے نرفت و من ہم نروم

مغموم ترے در پہ اگر آؤں گا جب جاؤنگا۔ مقصود کو جب پاؤنگا
۲۷۴ درگاہ سے تجھ جیسے کرم والے کے مایوس گیا کوئی۔ نہ میں جاؤں گا

ببریدہ زمن نگار ہمخانگیم ببریدہ زمن لباس فرزانگیم
۲۷۵
مجنوں بہ نصیحتِ دلم می آید بنگر بکجا رسیدہ دیوانگیم

دلدار نے پاس۔ جب سے رہنا چھوڑا رخصت ہوئی عقل عیش و آرام گیا
۲۷۵ حد ہوگئی۔ مجنوں مجھے سمجھاتا ہے کس درجہ بڑھا ہوا جنوں ہے میرا

از عشقِ تو اے نگار اندر نارم — می سوزم و می سازم و دم بر نارم
تا دست بگردنِ تو اندر نارم — آغشتہ بخوں چو دانہ اندر نارم ۲۷۶

اے یار ترے عشق کی وہ آگ لگی — میں جل کے ہوا خاک نہ ماراد م بھی
جبتک نہ لگاؤں گا گلے سے تجکو — آغشتہ بخون دل رہونگا یوں ہی ۲۷۶

ما طیِّ بساطِ ملکِ ہستی کردیم — بے نقصِ خودی خدا پرستی کردیم
بر مائے وصل نیک می پیوندد — تُف بر رُخ کہ زود مستی کردیم ۲۷۷

طے ہم نے بساطِ ملک ہستی کرلی — بے نقص خودی۔ خدا پرستی بھی کی
ہم سیر مئے وصل سے جب خوب ہوئے — تُف ہے کہ بہت جلد ہم کو مستی سُوجھی ۲۷۷

یارب ز گناہِ زشتِ خود منفعلم — وز قولِ بد و فعلِ بدِ خود خجلم
فیضے بدلم ز عالمِ قدس رساں — تا محو شود خیالِ باطل ز دلم ۲۷۸

یارب ہوں گناہوں سے بہت شرمندہ — قول و عمل بد سے خجل ہوں مولا
دل پر مرے ہو غیب سے نازل وہ فیض — جو پاک معائب سے کرے دل میرا ۲۷۸

ہرگز نبود شکستِ کس مقصودم — آزردہ نشد ز من دلے تا بودم
صد شکر کہ چشمِ عیب بینم کور است — شادم کہ حسود نیستم محسودم ۲۷۹

تذلیل کسی کی نہیں مقصد میرا — دل میں نے کسی کا نہ کیا آزردہ
صد شکر کہ چشم عیب بیں ہے اندھی — حاسد نہیں محسود ہوں میں ہی سبکا ۲۷۹

از بیم رقیب طوفِ کویت نکنم ۲۸۰ وز طعنۂ خلق گفتگویت نہ کنم
لب بندم و از پائے نشینم امّا این نتوانم کہ آرزویت نہ کنم

کوچہ میں ترے خوف عدو سے نہ رہوں ۲۸۰ مخلوق کے ڈر سے ذکر تیرا نہ کروں
چپ۔ یاد میں تیری پا شکستہ بیٹھوں یہ سب سہی پر تجھکو نہ دل سے بھولوں

چوں دائرہ ما زپوست پوشانِ توایم ۲۸۱ در سلسلۂ حلقہ بگوشانِ توایم
گر بنوازی زجاں خروشانِ توایم ور ننوازی ہم خموشانِ توایم

ہم تیرے فقیروں میں ہیں اے شاہ شہاں ۲۸۱ ہم حلقہ بگوشوں میں ہیں اے جانِ جہاں
گر ہم کو نوازے تو کریں جان نثار اور تو نہ نوازے تو بھلا جائیں کہاں

ہر چند بصورت از تو دور افتادم ۲۸۲ زنہار مبر ظن کہ شدی از یادم
در کوئے وفائے تو اگر خاک شوم زانجا نتواند کہ رباید بادم

ہر چند کہ ظاہر میں ہوں میں تجھ سے جدا ۲۸۲ ہرگز نہ گماں کر کہ تجھے بھول گیا
میں خاک بھی گر کوئے وفا میں ہو جاؤں کیا تاب اُڑائے مجھے پھر باد صبا

دی تازہ گلے ز گلشن آورد نسیم ۲۸۳ کز نکہت آں مشام جاں یافت شمیم
نے نے غلطم کہ صفحۂ بود از سیم مشکیں رقمش معطر از خلق کریم

گلشن سے کل اک پھول اُڑا لائی نسیم ۲۸۳ جاں اُس سے معطر ہوئی ایسی تھی شمیم
بلکہ ورقِ سیم بسیہ جس کی رقم حق یہ ہے کہ تھی معطر از خُلق کریم

بے چشم تو یادِ نرگسِ تر نکنم بے لعلِ تو آرزوئے کوثر نکنم
گر خضر بمن بے تو دہد آبِ حیات ۲۸۴ کافر باشم کہ بے تو لب تر نکنم

بے آنکھ کے یاد نرگس تر نہ کروں بے تیرے لبِ لعل کے کوثر نہ پیوں
دیں خضر بغیر تیرے گر آبِ حیات ۲۸۴ کافر ہو۔ جو لب ترکرے تیرا منتوں

ما قبلۂ طاعتِ آں دور و میدانیم ایماں سرِ زلفِ مشک بو میدانیم
با ایں ہمہ دلدار بما نیکو نیست ۲۸۵ ما طالعِ خویش را نکو میدانیم

میں نے رُخِ دلدار کو سمجھا قبلہ خوشبو کو سرِ زلف کی ایماں جانا
با ایں ہمہ خوش مجھ سے مرا یار نہیں ۲۸۵ صد حیف۔ کہ یہ ہے۔ مری قسمت کا لکھا

یک جو ز آیام نداریم و خوشیم گر چاشت بود شام نداریم و خوشیم
چوں پختہ بما می رسد از عالمِ غیب ۲۸۶ از کس طمعِ خام نداریم و خوشیم

آسودہ ہیں ہم پاس نہیں گو دمڑی ہم خوش ہیں جو اک وقت ملے کچھ روٹی
جب پکی پکائی ہمیں دیتا ہے خدا ۲۸۶ حق یہ ہے کہ غیروں کی خوشامد کیسی

چوں عود نبود چوب بید آوردم روئے سیہ و موئے سپید آوردم
تو خود گفتی کہ نا اُمیدی کفر است ۲۸۷ بر قولِ تو رستم و امید آوردم

جب عود نہ تھا بید کی لکڑی لایا با موئے سفید میں سیہ رو آیا
خود تو نے کہا۔ کہ نا اُمیدی ہے کفر ۲۸۷ اس قول سے مطمئن دل اپنا پایا

گر پارہ کنی مرا ز سر تا بقدم — موجود شدم ز عشق تو من ز عدم
جانے دارم ز عشق تو کردہ رقم — خواہیش بشادی کش و خواہیش بغم ۲۸۸

ہر چند کہ تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے — جی جاؤں میں پھر عشق میں مر کر تیرے
اے جان مرے دل پہ لکھا ہے ترا عشق — معدوم تو اب مار کہ مسرور مجھے ۲۸۸

بے روئے تو رائے استقامت نکنم — کس را بہوائے تو ملامت نکنم
در جستن وصل تو اقامت نکنم — از عشق تو توبہ تا قیامت نکنم ۲۸۹

بے چہرے کے تیرے نہ کروں گا میں قیام — الفت میں کسی کو نہ کروں گا بدنام
میں وصل کی جستجو کروں گا نہ تری — الفت تری چھوڑوں گا نہ اے خوش فرجام ۲۸۹

ما جز بہ غم عشق تو در نفرازیم — تا سر داریم در غمت در بازیم
گر تو سر ما بے سر و ساماں داری — ما نیم وسے در قدمت اندازیم ۲۹۰

سودا ہے اگر سر میں تو سودا تیرا — جب تک ہے یہ سر غم ہے ترا ماہ لقا
ہے قدر اگر تجکو ہمارے سر کی — ہم سر کو کرینگے ترے قدموں پہ فدا ۲۹۰

در کوئے تو سر در سر خنجر بنہیم — چوں مہرۂ جاں عشق تو در بر بنہیم
نامردم اگر عشق تو از دل بکنیم — سودائے تو کافرم گر از سر بنہیم ۲۹۱

سر رکھ کے ترے کوچہ میں ہم خنجر پر — الفت کو تری جان سے سمجھیں بڑھ کر
گر ترک محبت کریں۔ نامرد ہیں ہم — کافر ہوں جو سودا ہو تیرا دلبر ۲۹۱

من لائق عشق و دردِ عشق تو نیم — زنہار کہ ہم نبردِ عشق تو نیم
چوں آتشِ عشق تو برآرد شعلہ — من دانم و من کہ مردِ عشق تو نیم ۲۹۲

میں اور ترا عشق و غمِ عشق ترا — الفت کا تری نام نہ لینا زیبا
جب شعلۂ آتشِ محبت بھڑکا — کیا تاب کروں عشق کا تیرے دعویٰ ۲۹۲

عشقِ تو ز خاص و عام پنہاں کردیم — دردے کہ ز حد گذشت درماں کردیم
خواہم کہ دلم بدیگرے میل کند — من خواہم و دل نخواہد ایں را کردیم ۲۹۳

ہر اک سے ترا عشق چھپاؤں کیونکر — کیا چارہ بڑھا درد جو حد سے دلبر
دل اور کسی سے جو لگانا چاہوں — اس دل کو کروں کیا کہ مٹا ہے تجھ پر ۲۹۳

دارم ز خدا خواہشِ جناتِ نعیم — زاہد بہ ثواب و من بہ اُمیدِ عظیم
من دست تہی میروم او تحفہ بدست — تا زیں دو کدام خوش کند طبعِ کریم ۲۹۴

میں چاہتا ہوں خدا سے جناتِ نعیم — زاہد کو ثواب - مجھکو امید عظیم
میں دست تہی اور ہے وہ تحفہ بدست — اب دیکھئے خوش کس کو کرے طبعِ کریم ۲۹۴

ما در رہِ سودائے تو منزل کردیم — سوزیست مرا کہ آتش بدل کردیم
در شہر مرا میانِ چشم میخوانند — نیکو نامی ز عشق حاصل کردیم ۲۹۵

سودائے محبت ہے ہماری منزل — اس آگ سے ہر وقت ہے سوزاں مرا دل
آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں ہمیں اہل جہاں — الفت کی بدولت ہے یہ رتبہ حاصل ۲۹۵

جہدے بکنم کہ دل زجاں برگیرم راہِ سرِ کوئے دلستاں برگیرم
چوں پردہ میانِ دل و دلدارمنم ۲۹۶ برخیزم وخود را زمیاں برگیرم

کوشاں ہوں کہ دل جاں سے ہو جائے جُدا اور کوچۂ جاناں میں جاؤں ڈیرا
جب خود دل دلدار میں پردہ ہوں میا ۲۹۶ اپنے کو اُٹھانا ۔ درمیاں سے اچھا

سرمایۂ غم زدوست آساں ندہم دل برمکنم ازدوست کہ تاجاں ندہم
ازدوست کہ یادگار دردے دارم ۲۹۷ آں دردبصد ہزار درماں ندہم

چھوڑوں گا نہ میں اُلفت دلدار کا غم عشق اُس کا ہے دل میں مرے جبتک یہ ہے دم
یہ درد ہے یادگار جاناں گویا ۲۹۷ جائیگا نہ یہ گرچہ ہوں درماں پیہم

یارب زکمالِ لطفِ خاصم گرداں واقف بحقائقِ خواصم گرداں
ازعقلِ جفاکار دلِ افگار شدم ۲۹۸ دیوانۂ خود کن وخلاصم گرداں

تو فضل سے یارب مجھے اپنا کرلے کھول اُن کے حقائق جو ہیں بندے پہ ترے
دل عقل جفاکار سے زخمی ہے مرا ۲۹۸ دیوانہ بنا اپنا ۔ چھڑا کر اُس سے

یارب تو مرا بیارِ دمساز رساں آوازۂ دردِ من بہم آواز رساں
آنکس کہ من ازفراقِ او غمگینم ۲۹۹ اورا بمن ومرا باو باز رساں

یارب مرے دلدار سے تو مجکو ملا یہ نالۂ درد و درد اُس تک پہنچا
میں ہجر میں ہوں اُس کے نہایت غمگیں ۲۹۹ میں اُس سے ملوں ۔ مجھسے ملے یارمرا

فریاد ز سنگ دلی و رنگی شاں — وز چشم سیاہ و صورت زنگی شاں
از اوّل شب تا بدمِ آخرِ شب — اینہا ہمہ در رقص و منم چنگی شاں ۳۰۰

فریاد ہے بدشکل گوتیوں سے خدا — آنکھیں ہیں سیہ رنگ ہے کالا جن کا
یہ شام سے تا صبح رہے رقص کناں — تکلیف سے رات بھر میں بیچین رہا ۳۰۰

بختے نہ کہ با دوست درآمیزم من — صبرے نہ کہ عشق را بپرہیزم من
دستے نہ کہ با قضا درآویزم من — پائے نہ کہ از زمانہ بگریزم من ۳۰۱

ایسا نہ نصیبا کہ ملے یار مرا — اُلفت ہی کو چھوڑ دوں مجھے صبر کتنا
ہیں میرے نہ وہ ہاتھ قضا سے جو لڑوں — بھاگوں جو کہیں ایسے کہاں پاؤں بھلا ۳۰۱

اے نالہ گرت دمیست اظہارے کن — واں غافل مست را خبردارے کن
اے دست محبت و ولایت مددے — واے باطنِ شرعِ مصطفےٰ کارے کن ۳۰۲

اے نالہ اگر دم ہے تو اظہار بھی کر — اُس غافل مست کو خبردار بھی کر
اے دست محبت و ولایت مددے — اے باطنِ شرعِ مصطفےٰ کار بھی کر ۳۰۲

افتادہ بہم بگوشۂ بیتِ حزن — غمہائے جہاں مونسِ غمخانۂ من
یارب تو بفضلِ خویش دندانِ مرا — بخشائے برنجِ حضرتِ اویس قرن ۳۰۳

گھر کیا ہے مرا گویا ہے اک بیتِ حزن — مونس مرے دنیا میں سبھی رنج و محن
ہو جائیں درست دانت میرے یارب — بخشش ہو طفیلِ حضرتِ اویس قرن ۳۰۳

یارب زقناعتم تو نگر گرداں وز نورِ یقیں دلم منور گرداں
احوالِ منِ سوختہ سر گرداں ۳۰۴ بے منّتِ مخلوق میسّر گرداں

یارب تو قناعت سے تونگر کردے اور نورِ یقیں سے دل منور کردے
مجھ سوختہ احوال کو سب کچھ مولا ۳۰۴ بے منّتِ مخلوق میسّر کردے

رویت دریائے حُسن و لعلت مرجاں زلفت عنبر صدف دہان و دُرِ دنداں
ابرو کشتی و چین پیشانی موج ۳۰۵ گردابِ بلا غبغب و چشمت طوفاں

چہرہ ہے جو بحرِ حسن لب ہیں مرجاں زلفیں عنبر۔ صدف دہاں۔ دُرِ دنداں
ماتھے کی شکن موج ہے۔ ابرو کشتی ۳۰۵ گرداب بلا غبغب اور آنکھیں طوفاں

تا لعلِ تو دل فروز خواہد بودن کارم ہمہ آہ و سوز خواہد بودن
گفتی کہ بخانۂ تو آیم روزے ۳۰۶ آں روز کدام روز خواہد بودن

جبتک ہے لبِ لعل دل افروز ترا ہے آہ۔ مرا کام تڑپنا جلنا
تھا قول ترا آؤں گا اک دن تیرے گھر ۳۰۶ وہ کون سا دن ہوگا زمانہ سے نیا

جانست دزبانست زبانست دشمن جاں گر جانت بکار است نگہدار زباں
شیریں سخنی بگفت شاہ سخناں ۳۰۷ سر برگِ درخت است زباں باد خزاں

ہے دشمنِ جان۔ تیری زباں جانِ حزیں قابو میں مناسب ہے تجھے رکھنا زباں
کیا بات کہی شاہ سخن نے میٹھی ۳۰۷ سر۔ برگ درخت ہے۔ زباں بادِ خزاں

شوریدہ دلے و قصہ گردوں گردوں — گریاں چشمے و اشک جیحوں جیحوں
۳۰۸
کاہیدہ تنے و شعلہ خرمن خرمن — ہر شعلہ ز کوہ قاف افزوں افزوں

شوریدہ ہے دل قصہ ہے گردوں گردوں — گریاں ہے آنکھ اشک جیحوں جیحوں
۳۰۸
کاہیدہ ہے جسم و شعلہ خرمن خرمن — ہر شعلہ ہے کوہ قاف سے بھی افزوں افزوں

در درگہ ما و دستی یک دلہ کن — ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن
۳۰۹
یک صبح باخلاص بیا بر درِ ما — گر کارِ تو برنا ید آنگہ گلہ کن

آ درگہ مولا میں تو یک سو ہو کر — جو غیر خدا ہے دل سے کر دے باہر
۳۰۹
درگاہ میں صبح صبح۔ اخلاص سے آ — پھر کام نہ ہو تو لاشکایت لب پر

فریاد ز دستِ فلکِ پیر دُمن — کاندر برِ من نو بہشت و نہ کُہن
۳۱۰
با ایں ہمہ نیز شکر می باید کرد — گر زیں بترم کند کہ گوید کہ مکُن

اس چرخ ستمگار نے وہ ڈھائے ستم — کچھ بھی نہ رہا پاس مرے اسکا ہے غم
۳۱۰
با ایں ہمہ لاتا ہوں بجا شکرِ خدا — بدتر ہو جو حال کون مارے پھر دم

ز شعلہ بدل آتش پنہانی من — ز اندازہ گذشت محنتِ جانی من
۳۱۱
معذورم اگر سخن پریشاں افتاد — معلوم شود مگر پریشانی من

دل سوز و رونی سے جلا خاک ہوا — ہے جان پر اب حد سے زیادہ صدمہ
۳۱۱
باتوں میں بہکتا ہوں تو معذور ہوں میں — چلتا ہے مرے حال کا اس سے ہی پتا

دنیا گذراں محنتِ دنیا گذراں — نے بر پدراں ماند و نے بر پسراں
تا بتوانی عمر بطاعت گذراں — ۳۱۲ — بنگر کہ فلک چہ می کند با دگراں

یہ دہر و غم دہر ذرا غور تو کر — گذریں گے سبھی پہ وہ پدر ہو کہ پسر
طاعت میں گذار عمر حتی الامکاں — ۳۱۲ — اوروں پہ ستم چرخ کے رکھ مدِ نظر

گر سقفِ سپہر گردد آئینہ چیں — ور تختۂ فولاد شود روئے زمیں
از روزیٔ تو کم نشود دان یقیں — ۳۱۳ — می داں کہ چنیں ست و چنیں ست و چنیں

گر سقفِ فلک آئینۂ چیں ہو جائے — اور روئے زمیں تختۂ فولاد بنے
جو کچھ بھی ہو لیکن یہ سمجھ لے بہ یقیں — ۳۱۳ — کم ہوگا نہ اک روز تری روزی سے

درویشی کن و قصدِ درِ شاہ مکن — ور دامنِ فقر دست کوتاہ مکن
اندر دہنِ مار شو و مالِ مجوئے — ۳۱۴ — در چاہ نشین و طلبِ جاہ مکن

درویش ہو اور قصدِ درِ شاہ نہ کر — تو فقر کے دامن سے ہاتھ کوتاہ نہ کر
جا سانپ کے مُنہ میں۔ طالبِ مال نہ ہو — ۳۱۴ — گر چاہ میں۔ لیکن طلبِ جاہ نہ کر

اے زلفِ مسلسلت بلائے دلِ من — وے لعلِ لبت گرہ کشائے دلِ من
من دل ندہم بلے ورائے دلِ تو — ۳۱۵ — تو دل ندہی اگر ورائے دلِ من

میرے لیئے یہ زلفِ مسلسل ہے بلا — تیرا لبِ لعلیں۔ گرہ کُشا ہے دل کا
دل تیرے سوا دوں نہ کسی اور کو میں — ۳۱۵ — گر تو بھی نہ دے غیر کو دل میرے سوا

برگوش دلم ز غیب آواز رساں — مرغ دل خستہ را بپر واز رساں
یارب کہ بدوستی مردان رہت — ۳۱۶ ایں گم شدۂ مرا بمن باز رساں

کانوں کو مرے غیب کی آواز سنا — یہ مرغ دل اڑنے لگے طاقت پہنچا
جو تیرے ہیں دوست اُن کا صدقہ یارب — ۳۱۶ ملجائے مجھے اب دل گم گشتہ مرا

اے خالق ذوالجلال وحق رحمٰن — سازندۂ کارہائے بے سامانان
خصمانِ مرا مطیع من می گرداں — ۳۱۷ بیرحماں را رحیم من می گرداں

اے خالق ذوالجلال تو ہے رحمٰن — تو کام بناتا ہے جو ہیں بے سامان
دشمن کو مرے مطیع میرا کردے — ۳۱۷ ہو جائیں رحیم مجھ پہ ظالم انساں

اے چشم من از دیدنِ رویت روشن — از دیدنِ رویت شدہ خرّم دلِ من
رویت شدہ گُل خرّم و خنداں گشتہ — ۳۱۸ روشن مہ من گشتہ ز رویت دلِ من

ہے آنکھ مری دید سے تیرے روشن — دیدار سے میں خوش ہوں ترے غنچہ دہن
گُل ہوگیا باغ باغ دیکھا جو تجھے — ۳۱۸ روشن مرا دل تجھ سے ہوا سیم بدن

در راہِ یگانگی نہ کفر است و نہ دیں — یک گام ز خود بروں نہ و راہ ببیں
اے جانِ جہاں تو راہِ اسلام گزیں — ۳۱۹ با مار سیہ نشین و با خود منشیں

وحدت میں برابر ہے وہ ہو کفر کہ دیں — تو اپنا قدم بڑھا خودی کھو کے کہیں

تو لے۔ رہِ اسلام۔ ہے مشہور مثل — ۳۱۹ "با مار سیہ نشین و با خود منشیں"

شد دیدہ بعشق رہنمون دلِ من — تا کردہ پُر از غصہ درون دلِ من
زنہار دلم اگر نماند در وزے ۳۲۰ — از دیدہ طلب کنند خون دلِ من

الفت میں یہ آنکھ رہنما ہے دل کی — ہے رنج سے پُر دل کی مرے پہنائی
جاتا رہا دل اگر کسی روز مرا ۳۲۰ — دِقّت کی مری آنکھوں سے ہوگی طلبی

دارم الے زر دچندان خنداں — باگریہ تواں گفت نہ خنداں خنداں
دُرّ و گہرم جملہ بتاراج برفت ۳۲۱ — واں دُرّ و گہر چہ بود دنداں دنداں

تکلیف سے ہوں در د کی اتنا مضطر — کہہ سکتا ہوں ہنسکر نہ اُسے میں رو کر
موتی مرے جتنے تھے وہ برباد گئے ۳۲۱ — یعنی وہ دانت تھے جو مانندِ گہر

اے آنکہ ترا ست عار از دیدن من — مہرت باشد بجائے جاں در تن من
آں دستِ نگار بستہ خواہم کہ گہے ۳۲۲ — با خون ہزار کشتہ در گردن من

اے وہ کہ مجھے دیکھنا ہے تجھکو عار — ہے مہر تری تن میں مرے جان اے یار
خواہش ہے کہ گردن میں حمائل ہو وہ ہاتھ ۳۲۲ — جو خون سے کشتوں کے ہو رنگین ہر بار

یارب نظرے بر من سرگرداں کن — لُطفے بمن دل شدۂ حیراں کن
با من مکن آنچہ من سزائے آنم ۳۲۳ — آنچہ از کرم و لطفِ تو آید آں کن

یارب نظرِ کرم پریشاں ہوں میں — ہو لطف کہ دل خستہ و حیراں ہوں میں
جس جرم کے قابل ہوں دے اُس کی سزا ۳۲۳ — تیرے کرم و لطف کا خواہاں ہوں میں

سہل ست مرا بر سپہر خنجر بودن — یا بہر مُرادِ خویش بے سر بودن
۳۲۴ تو آمدہ کہ کافرے را بکشی — غازی چو توئی خوش ست کافر بودن

مشکل نہیں مجکو تہ خنجر ہونا — آسان ہے پئے مراد بے سر ہونا
۳۲۴ جب تجھ سا ہو غازی پئے قتلِ کافر — ثابت ہوا پھر کفر کا برتر ہونا

در راہ خدا حجاب شد یک سوزن — رو جملہ کارِ خویش را یک سوزن
۳۲۵ در ماندۂ نفس خویش گشتی و مرا — یکسو غمِ مال و دختر و یکسو زن

ہو جبکہ حجاب رہِ حق اک سوئی — سب چھوڑنے لازم ہے تجھے یکسوئی
۳۲۵ تو نفس سے اپنے عاجز آیا مجکو — فکرِ زر و مال و زن و دختر ہی رہی

اے غم گذرے بکوئے بدناماں کُن — فکرِ من سرگشتۂ بے ساماں کُن
۳۲۶ زاں ساغرِ لبریز کہ پُر می زغمست — یک جُرعہ بکارِ بے سرانجاماں کُن

رُسوائے محبت کی گلی میں آکر — اے غم مری فکر کر کہ ہوں میں مضطر
۳۲۶ اُس جام سے جو ہے مے غم سے لبریز — اک جُرعہ کہ خوش جس سے ہوں ہم خستہ جگر

اے شمع چو ابر گریۂ وزاری کُن — وے آہِ جگر سوز سیہ داری کُن
۳۲۷ چوں بہرۂ وصل او ندارے اے دل — دنداں بجگر نہ و جگر خاری کُن

روا یہ کی مانند تو اے شمعِ سحر — لازم ہے کہ ماتم کرے تو آہِ جگر
۳۲۷ جب وصل ہی ہوتا نہیں اُس کا اے دل — تکلیف و غم و رنج اُٹھا آٹھ پہر

خواہی کہ کسے شوی ز ہستی کم کُن ناخوردہ شرابِ وصل مستی کم کُن
۳۲۸ بازُلفِ بُتاں دراز دستی کم کُن بُت را چہ گُنہ تو بُت پرستی کم کُن

کچھ ہونا ہے مقصود۔ تو ہستی کم کر مے وصل کی جب نہ پی تو دستی کم کر
۳۲۸ تو زلفِ بتاں پہ ہاتھ ہرگز نہ بڑھا کیا بُت کا گناہ بُت پرستی کم کر

رفتم بہ طبیبے گفتم از دردِ نہاں گفتا کہ ز غیر دوست بر بند زباں
گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خونِ جگر ۳۲۹ گفتم ز چہ پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

جا کر جو طبیبوں سے کہا دردِ نہاں بولے کہ بجز یار نہ کھول اپنی زباں
پوچھا کہ غذا؟ کہا۔ یہی خونِ جگر ۳۲۹ پرہیز جو پوچھا۔ تو کہا۔ ہر دو جہاں

آں دوست کہ مستِ عشقِ او دشمنِ جاں بر باد دہی و ہر غمش خرمنِ جاں
من در طلبش دربدر و کوئے بکوئے ۳۳۰ او در دل و دست کردہ در گردنِ جاں

وہ یار۔ کہ ہے دشمنِ جاں مست اُسکا برباد۔ محبت نے مجھے اُس کی کیا
پھرتا ہوں میں دربدر طلب میں اُسکی ۳۳۰ وہ دل میں ہے نزدیک رگِ جاں سے سوا

اے عشقِ تو مایۂ جنونِ دلِ من حسنِ رخِ تو ریختہ خونِ دلِ من
من دانم و دل کہ در وصالت چونم ۳۳۱ کس را چہ خبر ز اندرونِ دلِ من

اُلفت میں تری دل مرا دیوانہ ہوا سُرخی نے ترے چہرے کی دل خون کیا
ہے وصل میں جو حال وہیں جانتا ہوں یا ۳۳۱ کیا جانے کوئی حال جو ہے اس دل کا

بگریختم از عشق تو اے سیمیں تن باشد کہ زغم باز رہم مسکین من
عشق آمد و از نیم رہم باز آورد ۳۳۲ مانندۂ خونیاں رسن در گردن من

میں عشق سے بھاگ گیا اے سیمیں تن شاید کہ چھٹوں اس سے جو ہے رنج و محن
بس عشق نے آ لیا مجھے رستہ میں ۳۳۲ خونی کی طرح ڈالدی گردن میں رسن

عشق آں صفتے نیست کہ بتواں گفتن ویں دُر بسر الماس نشاید سُفتن
سودا ست کہ میزنم واللہ کہ عشق ۳۳۳ بکر آمد و بکر ہم بخواہد رفتن

ہے عشق صفت وہ کہ بیاں ہو کس سے دُر نوک سے ہیرے کی پروئے کس نے
سودا ہے مجھے ورنہ واللہ یہ عشق ۳۳۳ ہے بکر ازالہ کی نہ قدرت ہے مجھے

مارا نبود دلے کہ کار آید ازو جُز نالہ کہ دمے ہزار آید ازو
چنداں گریم کہ کوچہا گِل گردد ۳۳۴ نے روید و نالہ ہائے زار آید ازو

دل وہ ہے۔ ہمارا کہ نہ کچھ کام کرے ہاں نالے ہزار۔ ایک دم میں کرلے
گلیوں میں ہوئی روئے سے میرے کیچڑ ۳۳۴ نے کے لئے پھر اُسمیں سے نرکل ہیں اُگے

شبہائے دراز اے دریغا بے تو دردے و فراق اے دریغا بے تو
تو خفتہ بناز اے دریغا بے تو ۳۳۵ من در تب و تاب اے دریغا بے تو

بے تیرے دراز راتیں تنہا۔ افسوس یہ درد و فراق و ہجر تیرا۔ افسوس
آرام سے تو سوتا ہے شب بھر او میں بیتاب جدائی میں۔ دریغا۔ افسوس

سودائے سرِ بے سر و ساماں یکسو بے مہریٔ چرخِ دور گرداں یکسو
اندیشۂ خاطرِ پریشاں یکسو ۳۳۶ اینہا ہمہ یک سو غمِ جاناں یکسو

سودائے سرِ بے سر و ساماں ہے الگ بے مہریٔ چرخِ دور گرداں ہے الگ
اندیشۂ خاطرِ پریشاں ہے الگ ۳۳۶ یہ سب ہیں الگ اور غمِ جاناں ہے الگ

اے دل چو فراقِ یار دیدی خوں شو وے دیدہ موافقت بکن جیحوں شو
اے جاں تو عزیز تر نۂ از یارم ۳۳۷ بے یار نخواہمت ز تن بیروں شو

اے دل غمِ فرقت میں لہو ہو جانا اے آنکھ بہا۔ ہجر میں رو کر دریا
اے جان نہیں یار سے تو زیادہ عزیز ۳۳۷ بے یار مرے جسم میں کیا کام ترا

اے آمدہ کارِ من بجاں از غمِ تو تنگ آمدہ بر دلم جہاں از غمِ تو
ہاں اے دل و دیدہ تا بسر بر نکنم ۳۳۸ خاکِ ہمہ دشتِ خاوراں از غمِ تو

غم میں ترے جینا ہے مجھے سخت وبال دنیا ہے ترے ہجر میں مجکو جنجال
ہاں! اے دل و دیدہ بس کرو ناجب تک ۳۳۸ خاکِ دشتِ خاوراں نہ لوں سر پہ ڈال

ہاں یاراں ہوئے ہا جواں مردانہ مردی کنی و نگاہداری سر کو
گر تیرِ جہاں رسد کہ بشگافد مُو ۳۳۹ باید کہ ز یک دگر نگردانی رُو

ہوحق کرو۔ ہاں شور مچاؤ یارو ڈٹ جاؤ بہادرو! گلی سے نہ ہٹو
دُنیا کا جو تیر آکے چیرے اک بال ۳۳۹ لازم ہے کہ مُنہ نہ موڑو سب ملکے رہو

عشق است کہ شیر نر زبوں آید ازو — از ہر چہ گماں بری فزوں آید ازو
گہ دشمنی کند گہ مہر افزاید — گہ دوستی گہ بوئے خوں آید ازو ۳۴۰

یہ عشق وہ ہے شیر کو کرتا ہے زبوں — قوت میں ہر اک چیز سے ہے یہ افزوں
کرتا ہے عداوت تو کبھی مہر و کرم — کرتی ہے کبھی دوستی سے بوئے خوں ۳۴۰

دورم اگر از سعادت خدمت تو — پیوستہ دلست آئینۂ طلعت تو
از گرمیٔ آفتاب ہجرم چہ غم ست — دارم چو پناہ سایۂ دولت تو ۳۴۱

ہر چند کہ خدمت سے تری دور رہا — طلعت کا تری آئینہ۔ دل ہے مرا
کیا گرمیٔ آفتاب ہجراں کا ہو غم — ہے سایۂ دولت ترا مجھ پر چھایا ۳۴۱

اے نالۂ پیر خانقاہ از غم تو — وے گریۂ طفل بے گناہ از غم تو
افغان خروس صبحگاہ از غم تو — آہ از غم تو ہزار آہ از غم تو ۳۴۲

ہے نالۂ پیر خانقاہ غم میں ترے — ہے گریۂ طفل بے گناہ غم میں ترے
مصروف فغاں غم میں ترے مرغ سحر — اے آہ غم ہزار آہ غم میں ترے ۳۴۲

اے آئینہ را دادہ جلا صورت تو — یک آئینہ کس ندید بے صورت تو
نے نے کہ ز لطف در ہمہ آئینہ ہا — خود آمدۂ بدیدن صورت تو ۳۴۳

آئینہ کو دی ہے تری صورت نے جلا — خالی تری صورت سے نہیں آئینہ
بلکہ ہزار مہربانی خود ہی — موجود ہوا دیکھنے اپنا جلوا ۳۴۳

دردِ دلِ من دواش میدانی تو سوزِ دلِ من سزاش میدانی تو
من غرقِ گنہ پردۂ عصیاں پیش ۳۴۴ پنہاں چہ کنم کہ فاش میدانی تو

واقف ہے دوائے دردِ دل سے تو ہی اب تو ہی بجھائیگا مرے دل کی لگی
ہوں غرقِ گنہ پردۂ عصیاں پیش ۳۴۴ کیا تجھ سے چھپاؤں تجھ پہ ظاہر ہے سبھی

من می شنوم کہ می بخشائی تو ہر جا کہ شکستہ ایست آنجائی تو
ما جملہ شکستگانِ درگاہِ توایم ۳۴۵ در حالِ شکستگاں چہ فرمائی تو

سُنتا ہوں میں یہ کہ بخشدیتا ہے تو جس جا کہ ہیں دل شکستہ اُس جا ہے تو
ہیں حاضر درگاہ دل شکستہ سارے ۳۴۵ کیا دیتا ہے تو حکم کہ مولا ہے تو

اے سبزیٔ سبزۂ بہاراں از تو وے سُرخیٔ رُوئے گلعذاراں از تو
آہ دل و اشکِ بیقراراں از تو ۳۴۶ فریاد کہ باد از تو و باراں از تو

سرسبز ہیں سبزہ زار تجھ سے سارے ہیں تجھ سے ہی گلعذار رنگت والے
سب تیرے لئے کرتے ہیں آہ و زاری ۳۴۶ فریاد! ہوا تجھ سے ہے باراں تجھ سے

اے پیر و جوانِ دہر شاد از غمِ تو فارغ دلِ بیکس مباد از غمِ تو
سرگردانم چو گردِ باد از غمِ تو ۳۴۷ سرگردانم چو گردِ باد از غمِ تو

غم سے ترے ہیں شاد سبھی پیر و جواں ایسا نہو اس غم سے ہو خالی انساں
اس عالمِ خاکی میں یہ مسکیں عاجز ۳۴۷ غم سے ہے بگولے کی طرح سرگرداں

اے شعلۂ طور طور پُر نور از تو — وے مست بہ نیم جُرعۂ منصور از تو
ہر شے جہاں جہاں نشور از تو — من از تو مست از تو و مخمور از تو ۳۴۸

اے شعلۂ طور طور تجھ سے پُر نور — ہے مست بہ نیم جُرعہ تجھ سے منصور
تجھ سے ہے جہاں اور جہاں کی ہر شے — میں تجھ سے ہوں مست مست تجھ سے منصور ۳۴۸

اے کعبہ پرست چیست کین من و تو — صاحب نظرند خوردہ بین من و تو
گر برسنجند کفر و دین من و تو — دانند نہایت یقین من و تو ۳۴۹

کیا کعبہ پرست! کینہ میرا تیرا — ہم دونوں میں عیب اہل نظر نے پایا
جانچیں وہ اگر دونوں کے کفر و دیں کو — تو غایت ایمان کا لگالیں وہ پتا ۳۴۹

از دیدۂ سنگ خوں چکاند غم تو — بیگانہ و آشنا نداند غم تو
در دے خورم و غمت ہمی نوش کنم — تا آنکہ بکس دگر نماند غم تو ۳۵۰

خوں روتا ہے پتھر بھی یہ ہے تیرا غم — فرق اپنے پرائے میں نہیں کرتا غم
میں اسلئے کھاتا ہوں۔ غم و درد ترا — ہو جائے کسی کا نہ کبھی حصہ غم ۳۵۰

ابر از دہقاں کہ ژالہ می روید از و — وحشت از مجنوں کہ لالہ می روید از و
خلد از صوفی و حور عین از زاہد — از ما دلکے کہ نالہ می روید از و ۳۵۱

دہقاں کے لئے ابر۔ جس سے اولے ہے — مجنوں کے لئے وحشت۔ لالہ جس سے کہ اُگے
صوفی کے لئے خلد۔ حور عین زاہد کے لئے — ننھا سا ہے دل میرا۔ جس سے نالہ نکلے ۳۵۱

جان و دلِ من فدائے خاکِ درِ تو گر فرمائی بدیدہ آیم بر تو
وصلت گوید کہ تو نداری سہرا ۳۵۲ بے سر باد اہر آنکہ ندارد سر تو

قربان دل وجان ہے خاک در پر تیرے ہو حکم تو آنکھوں سے میں آؤں چل کے
کہتا ہے ترا وصل "نہیں میری طلب ۳۵۲ مر کر بھی نہ نکلیگی یہ خواہش دل سے

اے در دلِ من اصلِ تمنا ہمہ تو وے در سرِ من مایۂ سودا ہمہ تو
ہر چند بروزگار در می نگرم ۳۵۳ امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

ہے دل کی مرے اصل تمنا تو ہی سر میں ہے مرے باعث سودا تو ہی
عالم کو بغور میں نے دیکھا بھالا ۳۵۳ موجود ہر اک آن ہے مولا تو ہی

اے شمع دلم قامتِ سنجیدۂ تو وصلِ تو حیاتِ ایں ستمدیدۂ تو
چوں آئینہ پر شد دلم از عکسِ رخت ۳۵۴ سویت نگرم ولیک از دیدۂ تو

دل کی مرے شمع قد موزوں تیرا ہے وصل ترا حیات میری گویا
روشن ہوا جب عکس سے تیرے میرا دل ۳۵۴ پھر آنکھ سے تیری تجھے میں نے دیکھا

زلفت بکشی شب دراز آید از و ور بگذاری ز چنگل باز آید از و
در پیچ و خمش زیکدگر باز کنی ۳۵۵ عالم عالم مشک فراز آید از و

اُس زلف کو تو پکڑے تو شب ہو پیدا گر چھوڑے تو ہو باز کا پیدا نقشا
گر کھولدے تو پیچ و خم اُس کے اکبار ۳۵۵ خوشبو سے معطر ہو یہ ساری دنیا

من کیستم آتش بدل افروختہ — بر خرمنِ عشق چشمِ خود دوختہ
۳۵۶ در راہِ وفا چو سنگ و آتش گردم — شاید کہ رسم بصحبتِ سوختہ

میں کون ہوں؟ آتش بدل فروختہ ہوا — جز خرمنِ عشق۔ آنکھ نہ اپنی کھولوں
۳۵۶ میں راہِ وفا میں آگ پتھر ہو کر — صحبت میں کسی سوختہ تن کے پہنچوں

اے چشمِ تو چشمۂ چشمِ ہمہ — بے چشمِ تو نور نیست در چشمِ ہمہ
۳۵۷ چشمِ ہمہ را نظر بسوئے تو بود — از چشمِ تو چشمہا ست در چشمِ ہمہ

ہے آنکھ تری چشمۂ چشمِ عالم — تو نور نظر ہے تری آنکھوں کی قسم
۳۵۷ ہے تیری طرف لگی ہوئی سب کی آنکھ — ممکن ہے کہ ہو جائے تری چشم کرم

ہجرانِ ترا چو گرم شد ہنگامہ — بر آتشِ من قطرہ فشاں از خامہ
۳۵۸ من رفتم و مُرغِ روحِ من پیشِ تو ماند — تا ہمچو کبوتر از تو آرد نامہ

فرقت کا تری گرم جو بازار ہوا — اس آگ پہ تو قطرہ قلم سے ٹپکا
۳۵۸ میں تجھ سے جدا۔ چھوڑ کے ہوں طائر روح — تا کہ مرے پاس لائے تیرا نامہ

دارم صنمے چہرہ برافروختہ — با جور و جفا دستم آموختہ
۳۵۹ او عاشقِ دیگرے و من عاشقِ او — پروانہ صفت سوختہ سوختہ

غصہ میں ہوا سرخ۔ بھوکا مرا یار — ہے جور و جفا سے اُسے ہر دم سروکار
۳۵۹ وہ اور پہ عاشق ہے۔ میں عاشق اُسکا — پروانہ صفت سوختہ تن پر ہوں نثار

در گفتنِ ذکرِ حق زباں از ہمہ بہ — طاعت کہ بشب کنی نہاں از ہمہ بہ
خواہی کہ ز پُل صراط آساں گذری — ناں دہ بجہانیاں کہ ناں از ہمہ بہ ۳۶۰

ہر کام سے ہے ذکرِ خدا کا اچھا — بہتر ہے جو ہو طاعتِ شب پوشیدہ
آسان جو پُل صراط پر چاہے گذر — بھوکوں کو کھلا کہ خوش ہو رزق تیرا ۳۶۰

چشمم کہ سرشک لالہ گوں آوردہ — وز ہر مژہ قطرہ ہائے خوں آوردہ
نے نے بنظارہ ات دلِ خوں شدہ ام — از روزنِ سینہ سر بروں آوردہ ۳۶۱

آنکھوں سے مری جو لالہ گوں اشک بہے — پلکوں پہ جو ہیں میرے لہو کے قطرے
سینہ سے مرے خوں شدہ دل نے اے یار — سر اپنا نکالا ہے کہ تجکو دیکھے ۳۶۱

اینک سرِ کوئے دوست اینک سرِ راہ — گر تو نزدی روندگاں را چہ گناہ
جامہ چہ کُنی کبود و نیلی و سیاہ — دل صاف کن و قبا ہمی پوش و کلاہ ۳۶۲

یہ کوچۂ جاناں ہے یہ اُس کا رستہ — جائے سجود نہ تو قصور اس میں کس کا
کرتا ہے لباس کیوں سیاہ نیلا اور سُرخ — دل صاف رکھ اور پہن یہی کلاہ اور قبا ۳۶۲

دنیا طلباں ز حرص مستند ہمہ — موسیٰ کش و فرعون پرستند ہمہ
ہر عہد کہ با خدائے بستند ہمہ — از دوستیٔ حرص شکستند ہمہ ۳۶۳

ہیں حرص میں مست طالبانِ دنیا — فرعون کو پوجیں کریں قتل موسیٰ
اللہ سے ہر عہد اُنھوں نے کہ کیا — منسوب ہوئے حرص سے اُس کو توڑا ۳۶۳

ما درویشاں نشستہ در تنگِ دہ — گہ قرص جوے خوریم گہ پشت برہ
۳۶۴
پیرانِ کہن دانند و میرانِ سرہ — ہر کس کہ بما بد نکرد جاں نبرہ

درویش ہیں ہم منزوی و گوشہ نشیں — کھاتے ہیں کبھی گوشت کبھی نانِ جویں
سب جانتے ہیں وہ اُمرا ہوں کہ فقیر ۳۶۴ وہ مٹ گیا کی ہم پہ نظر بد جو کہیں

اے روئے تو مہرِ عالم آرائے ہمہ — وصلِ تو شب و روز تمنائے ہمہ
۳۶۵
گر بادگراں بہ زمنی وائے بمن — در باہمہ کس ہمچو منی وائے ہمہ

چہرہ ترا مہرِ عالم آرا سب کا — سب چاہتے ہیں وصل شب و روز ترا
افسوس ہے مجھ پر جو ہوا اوروں پہ کرم ۳۶۵ افسوس ہے سب پر جو ہو میری سی جفا

من کیستم از خویش بہ تنگ آمدہ — دیوانہ باخود بہ جنگ آمدہ
۳۶۶
دو شینہ بکوئے دوست از اشکم گشت — تا لیدنِ پائے دل بسنگ آمدہ

میں وہ ہوں کہ جینے سے بھی نفرت ہے مجھے — دیوانہ ہوں میں لڑتا ہوں اپنے ہی سے
گویا تھے اشک پاؤں دل کے ٹھوکر کھا کر ۳۶۶ کل اُس کی گلی میں ٹوٹے اور نالہ بنے

اے نیک نہ کردہ و بدیہا کردہ — وآنگاہ بہ لطفِ حق تولا کردہ
۳۶۷
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود — ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

نیکی تو نہ کی عمر برائی میں کٹی — امید پھر اُس پہ لطف حق کی کیسی
توغرہ نہ کر عفو پہ ہرگز ۔ کہ نہ ہو ۳۶۷ نیکی کی جزا بدی ۔ بدی کی نیکی

جز وصل تو دل بہر چہ بستم توبہ — بے یاد تو ہر جا کہ نشستم توبہ
در حضرت تو توبہ شکستم صد بار — ۳۶۸ زیں توبہ کہ صد بار شکستم توبہ

دل جس سے بجز تیرے لگایا توبہ — غافل تجھ سے۔ جس جگہ کہ بیٹھا توبہ
سو بار ترے حضور میں ہے۔ توبہ ٹوٹی ۳۶۸ سو مرتبہ۔ میں نے توڑی۔ توبہ۔ توبہ

معمورۂ دل بعلم آراستہ بہ — معمورۂ جاں ز کینہ پیراستہ بہ
از ہستیٔ خود ہر چہ تواں کاستہ بہ — ۳۶۹ ہر چیز کہ زغیر تُست ناخواستہ بہ

آراستہ ہو علم سے وہ دل اچھا — باطن وہ ہے جسمیں نہو کچھ بھی کینا
ہستی سے ہو جو چیز بھی کم ہے بہتر ۳۶۹ ہر شے کی طلب فضول ہے تیرے سوا

پاکی و منزّہی و بے ہمتائی — کس را نبود ملک بایں زیبائی
خلقاں ہمہ خفتہ اند خود آگاہی — ۳۷۰ یارب تو در لُطف بما بکشائی

بے مثل ہے پاک ہے منزّا ہے تو — ملک ایسا کسی کا نہیں یکتا ہے تو
آگاہ ہے تو۔ خلق ہے ساری غافل ۳۷۰ کر مجھ پہ کرم کہ میرا مولا ہے تو

اے خالق ذوالجلال اے بارِ خدا — تا چند روم در بدر و جائے بجائے
یا خانۂ اُمید مرا در بر بند — ۳۷۱ یا قفلِ مہمّاتِ مرا در بکشائے

اے خالق ذوالجلال اے بارِ خدا — پھرتا رہوں در بدر۔ کہاں تک مولا
یا دل سے مرے مٹا امیدوں کی مری ۳۷۱ یا میری مہمات۔ جلد پوری فرما

یا سر کشے عدو را سر کوبے یا خار و خسے زمانہ را جاروبے
بگرفت دلم ازیں خسیساں یارب ۳۷۲ حشرے نشرے قیامتے آشوبے

ایسا کوئی ہو کہ سر عدو کا کچلے یا پاک جہاں کا خس و خاشاک کرے
دل تنگ ہوا ہوں ان کمینوں سے خدا ۳۷۲ ہو حشر بپا بس اب قیامت آئے

در کوئے خود م مسکن و ماوے دادی در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصہ بصد کرشمہ و ناز مرا ۳۷۳ عاشق کردی و سر بصحرا دادی

کوچے میں مجھے اپنے بلایا تو نے اور بزم وصال میں بٹھایا تو نے
القصہ بصد کرشمہ و ناز و ادا ۳۷۳ عاشق کیا صحرا میں پھرایا تو نے

اے شاہ ولایت دو عالم مددے بر عجز و پریشانی حالم مددے
اے شیر خدا زود بفریادم رس ۳۷۴ جز حضرت تو پیش کہ نالم مددے

اے شاہ ولایت دو عالم مددے عاجز ہوں نہایت مجھے ہے غم مددے
اے شیر خدا جلد خبر لیجئے مری ۳۷۴ حضرت کے سوا کون ہے ہمدم مددے

یا گردان روزگار را زنجیرے یا سرکشیٔ زمانہ را تدبیرے
ایں زاغ وشاں بسے پریدند بلند ۳۷۵ سنگے بجبے گرد تفنگے تیرے

یا گردن روزگار میں ہو زنجیر یا سرکشیٔ زمانہ کی ہو تدبیر
اڑنے لگے اب زیادہ یہ زاغ صفت ۳۷۵ گو بھن ہو کہ بندوق ہو یا ہو کوئی تیر

نآزار دلے راکہ تو جانش باشی معشوقۂ پیدا و نہانش باشی
زاں می ترسم کہ از دل آزاریٔ تو ۳۷۶ دل خوں شود و تو در میانش باشی

جس دل کی ہے تو جان اُسے ہرگز نہ ستا معشوق ہے تو ظاہر و باطن دل کا
تو دل کو ستاتا ہے تو ڈرتا ہوں میں ۳۷۶ دل خون ہو۔ تو دل میں ہو لے ماہ لقا

اے شیرِ خدا امیر حیدر فتحے وے قلعہ کشائے بابِ خیبر فتحے
درہائے اُمید بر رخم بستہ شدہ ۳۷۷ اے صاحب ذوالفقار و قنبر فتحے

اے شیرِ خدا امیر حیدر مدد ے اے قلعہ کشائے باب خیبر مدد ے
درہائے امید بند اب مجھپہ ہوئے ۳۷۷ اے صاحب ذوالفقار و قنبر مدد ے

اے آنکہ تو دردِ دردمنداں دانی درمان و علاجِ مستمنداں دانی
حالِ دلِ خویش را چہ گویم باتو ۳۷۸ ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی

معلوم ہے دردِ دردمنداں تجکو آتی ہے دوائے مستمنداں تجکو
کیا حالِ دل اپنا کہوں۔ بے میرے کہے ۳۷۸ معلوم ہے خود ہزار چنداں تجکو

آنی کہ تو حالِ خستہ حالاں دانی احوالِ دلِ شکستہ بالاں دانی
ور خوانمت از سینۂ سوزاں شنوی ۳۷۹ وردم نزنم زباں لالاں دانی

ہے تجھپہ عیاں خستہ دلوں کا احوال معلوم ہے دلِ شکستہ مخلوق کا حال
میں دل سے پکاروں تجھے تو جب بھی سنے ۳۷۹ گر چپ رہوں۔ گونگوں کا بھی ہے تجکو خیال

گر در یمنی چہ با منی پیش منی گر پیش منی چہ بے منی در یمنی
من با تو چنانم اے نگار یمنی خود در غلطم کہ من توام یا تو منی ۳۸۰

دل میں ہے تو ہے یمن میں تو پیش نظر ہے پیش نظر یمن میں دور دل سے مگر
یوں ساتھ ہوں میں تیرے نگار یمنی اپنے پہ ترا ہوتا ہے دھوکا اکثر ۳۸۰

یارب در خلق تکیہ گاہم نہ کنی محتاج گدا و بادشاہم نہ کنی
موئے سیہ ام سفید کردی بکرم با موئے سفید روسیاہم نہ کنی ۳۸۱

یارب نہ رہوں خلق کا میں دست نگر سلطان و گدا کا مجکو محتاج نہ کر
جب تو نے کئے موئے سیہ میرے سفید ہو جاؤں نہ روسیاہ اسکا ہے خطر ۳۸۱

حقا کہ اگر چو مرغ پر داشتمے روزے ز تو صد بار خبر داشتمے
ایں واقعہ ام اگر نبودے در پیش کے دیدہ ز دیدار تو برداشتمے ۳۸۲

پر ہوتے اگر میرے تو پھر میں بخدا ہر روز خبر کو ترے اڑ کر جاتا
یہ امر اگر ہوتا نہ مجکو مانع ہر وقت تجھے دیکھتا اے ماہ لقا ۳۸۲

دردے داریم و سینہ بریانے عشقے چہ عشق عشق عالم سوزے
عشقے داریم و دیدہ گریانے دردے چہ درد درد بے درمانے ۳۸۳

دل میں ہے اگر درد تو سینہ بریاں رہتا ہوں غم عشق سے ہر دم نالاں
ہے عشق یہی وہ عشق جو عالم کو جلائے ہے درد یہی وہ جسکا نہ کوئی درماں ۳۸۳

گر شہرہ شوی بشہر شر الناسی ورخانہ نشینی ہمگی وسواسی
۳۸۴ بہ زاں نبود کہ ہمچو خضر و الیاس کس نشناسد ترا تو کس بشناسی

تو سب سے بُرا اگر ہو تیری شہرت وسواس کی ہے خانہ نشینی علت
۳۸۴ دیکھے نہ تجھے کوئی خضر و الیاس کی طرح ہر ایک کو تو دیکھے۔ ہو ایسی عزلت

دُنیائے دنیِ پُر ہوس را چہ کنی آلودۂ ہر ناکس و کس را چہ کنی
۳۸۵ آں یار طلب کن کہ ترا باشد بس معشوقۂ صد ہزار کس را چہ کنی

دُنیائے دنیِ پُر ہوس ہے بے کار آلودۂ ہر کس کو نہ دے دل زنہار
۳۸۵ جو یار کہ ہو جائے ترا اُس کو چاہ معشوقۂ صد ہزار کب کسی کا ہو یار

خواہی چو خلیل کعبہ بنیاد کنی واں را بہ نماز و طاعت آباد کنی
۳۸۶ روزے دو ہزار بندہ آزاد کنی بہ زاں نبود کہ خاطرے شاد کنی

گر کعبہ بنانا چاہے تو مثل خلیل اُس کعبہ میں ہو عبادتِ ربِّ جلیل
۳۸۶ ہر روز بکثرت کرے آزاد غلام دل کو خوش کر۔ یہ سب سے بہتر ہے سبیل

اے در خمِ چوگانِ تو سرہا شدہ گوئے بیروں نہ ز فرمانِ تو دل یکسر موئے
۳۸۷ ظاہر کہ بدست ماست آنرا شستم باطن کہ بدست تست آنرا تو بشوئے

سر گیند ہوا کشتہ خم چوگاں میں ترے ہیں تابع فرمان ترے دل ہیں جتنے
۳۸۷ ظاہر پہ تھا اختیار ہم کو۔ کیا پاک باطن کو سنوارتو۔ یہ ہوگا تجھ سے

غم جملہ نصیب چرخ خم بایستے یا باغم من صبر بہم بایستے
۳۸۸
یا مایۂ غم چو عمر کم بایستے یا عمر باندازۂ غم بایستے

یا ہوتا نصیب چرخ غم تھا جتنا یا صبر دیا ہوتا جو غم ہم کو دیا
۳۸۸
یا عمر کی مانند غم بھی تھوڑا ہوتا یا عمر باندازہ غم ہوتی مولا

اے خالق ذوالجلال ہر جا نوری وے رہبر و رہنمائے ہر بیخبری
۳۸۹
بستم کمر امید بر درگہ تو بکشائے دری کہ من ندارم خبری

اے خالق ذوالجلال ہر ذی ہستی ہے بے خبروں کی رہنما ذات تری
۳۸۹
درگہ میں تری آیا ہوں لے کر امید کر فضل سے پوری مری امید دلی

اے دل اگر آں عارض دلجو بینی ذرات جہاں را ہمہ نیکو بینی
۳۹۰
در آئینہ کم نگر کہ خود بیں نشوی خود آئینہ شو تا ہمگی او بینی

وہ عارض دلجو اگر اے دل دیکھے اچھے نظر آئیں اس جہاں کے ذرے
۳۹۰
دیکھ آئینہ کم کہ تو نہ خود بیں ہو جائے خود آئینہ بنکے دیکھ اُس کے جلوے

تا ترک علایق و عوایق نکنی یک سجدۂ شائستہ لایق نکنی
۳۹۱
حقا کہ ز دارم لات و عزّیٰ نہی تا ترکِ خود و جملہ خلایق نکنی

جب تک نہ کریگا ترک تو تعلق سارے ہوگا نہ ادا سجدۂ لائق تجھ سے
۳۹۱
چھوٹے گا نہ تو شرک سے ہرگز واللہ جبتک کہ نہ تو خلق و خودی کو چھوڑے

من کیستم از قیدِ دو عالم فردے — عنقا منشے بلند ہمت مردے
۳۹۲
دیوانۂ خود ے بیاباں گردے — لبریز محبتے سراپا دردے

میں قیدِ دو عالم سے ہوں آزاد اک فرد — عنقا صفت و بلند ہمت اک مرد
۳۹۲
دیوانہ ہوں میں اپنا۔ بیاباں نورد — لبریز محبت سے سراپا ہوں درد

اے آنکہ بملکِ خویش پائندہ توئی — در دامنِ شب صبح نمائندہ توئی
۳۹۳
کارِ من بیچارہ قوی بستہ شدہ — بکشائے خدایا کہ کشائندہ توئی

عالم کا ہے تو مالک و پائندہ ہے تو — ہو جائے جو شب صبح نمائندہ ہے تو
۳۹۳
بیچارہ ہوں میں بند ہیں میرے سب کام — سلجھا مرے کاموں کو کشائندہ ہے تو

اے از تو بباغ ہر گلے را رنگے — ہر مرغے را ز شوق تو آہنگے
۳۹۴
با کوہ زاندوہِ تو رمزے گفتم — برخاست صدائے نالہ از ہر سنگے

ہے باغ میں ہر پھول تجھی سے رنگیں — تجھ سے ہی طیور نغمہ زن ہیں بیقیں
۳۹۴
جب غم کا ترے بھید پہاڑوں سے کہا — ہر سنگ سے پیدا ہوئی اک آہ حزیں

پیوستہ ترا دل ربودۂ معذوری — غم ہیچ نیازمودۂ معذوری
۳۹۵
من بے تو ہزار شب بخوں در ختم — تو بے من شبے نبودۂ معذوری

دل لینا ترا کام ہے معذور ہے تو — کچھ غم ہے نہ آلام ہے معذور ہے تو
۳۹۵
آغشتہ بخوں سویا ہوں اکثر شب کو — مجھ سے تجھے ابرام ہے معذور ہے تو

از دردِ تو نیست چشم خالی زنمی ۳۹۶ ہر جا کہ دلیست شد گرفتارِ غمی

بیماریِ تو باعثِ نابودنِ ماست ۳۹۶ اے باعثِ عمر ما نباشد الٰہی

ہر آنکھ ترے غم میں ہے گریاں ہر دم ۳۹۶ جو دل بھی ہے اُس کو ہے فقط تیرا غم

بیمار ترا ہونا ہے میرا مرنا ۳۹۶ تو ہے مرا جان تجھ کو نہ کچھ پہنچے الم

از ہستیٔ خویش تا پشیماں نشوی ۳۹۷ سر حلقۂ عارفان و مستاں نشوی

تا در نظرِ حق نہ گردی کافر ۳۹۷ در مذہبِ عاشقاں مسلماں نشوی

ہستی سے پشیماں نہ جب تک ہو گا ۳۹۷ ممکن نہیں تو ہو سرگروہ عرفا

جب تک نظرِ حق میں نہ ہو گا کافر ۳۹۷ عشاق کے مذہب میں مسلماں کیا

در کوئے تو می دہند جانے بجوے ۳۹۸ جانے بجوے چہ کاروانے بجوے

از وصلِ تو یک جو بجہاں می ارزد ۳۹۸ زیں جنس کہ مائیم جہانے بجوے

کوچے میں ترے جَو کے عوض دیتے ہیں جاں ۳۹۸ اک جان ہے کیا، ہزار جانیں۔ جاناں

ہو وصل تو اک جو ہے جہاں کی قیمت ۳۹۸ اک جَو ہے ہماری جنس کا ہے جو جہاں

گہ شانہ کشِ طرّۂ لیلیٰ باشی ۳۹۹ گہ در سرِ مجنوں ہمہ سودا باشی

گہ آئینۂ جمالِ یوسف گردی ۳۹۹ گہ آتشِ خرمنِ زلیخا باشی

تو شانہ کشِ طرّۂ لیلےٰ ہے کبھی ۳۹۹ بلکہ سرِ مجنوں میں بھی سودا ہے کبھی

آئینہ کبھی جمالِ یوسف کا ہے ۳۹۹ تو آتشِ خرمنِ زلیخا ہے کبھی

ضمنی: خصوصیت کی نظر میں ہر مسلمان کافر

اے دل بردِ دوست تحفۂ جز جاں نبری — دردے چو دہند نامِ درماں نبری
بے دردِ زدردِ دوست نالاں گشتی — خاموش کہ عرضِ دردمنداں نبری

تجھ سے اے دل نہ بجز جان۔ کوئی یار کرے — درد لاحق ہو تو درمان کا کبھی نام نہ لے
دوست کے درد کی بے درد کے فریاد نہ کر — دردمندوں کا جو رتبہ ہو وہ تو کیا جانے

اے دیدہ مرا عاشقِ یارے کردی — حیرانِ رخِ لالہ عذارے کردی
کارے کردی کہ ہیچ نتواں گفتن — اللہ اللہ چہ خوب کارے کردی

اے آنکھ کیا یار کا عاشق تو نے — حیراں برخِ گلرو کا کیا تو نے مجھے
وہ کام کیا تو نے کہ اللہ اللہ — اے آنکھ! میں سو جان سے قربان تیرے

تا نگذری از جمع بفردے نرسی — تا نگذری از خویش بمردے نرسی
تا در رہِ دوست بے سر و پا نشوی — بے دردِ بمانی و بدردے نرسی

چھوڑ دے جمع جو واحد ہی تجھے مدنظر — طالبِ مرد اگر ہے تو خودی سے بھی گذر
بے سر و پا رہِ جاناں میں نہ ہوگا جب تک — درد کے عشق سے بے درد رہیگا یکسر

عشقم دادی زاہلِ دردم کردی — از دانش و عقل و ہوش فردم کردی
سجّادہ نشین با وقارے بودم — میخوارہ و رندِ کوچہ گردم کردی

عاشق بنا کے درد بھی تو نے مجھے دیا — عقل و خرد کا مجھ سے تعلق نہیں رہا
میں شیخ باوقار تھا لیکن ہزار حیف — اب رند و کوچہ گرد ہوں میخوار بر ملا

اے چرخ بسے لیل و نہار آوردی گہ فصل خزاں و گہ بہار آوردی
مردانِ جہاں را ہمہ بردی بزیر ۴۰۴ نامرداں را بر وئے کار آوردی

اے چرخ بہت آئے گئے لیل و نہار گہ فصل خزاں گذری تو پھر آئی بہار
مردوں کو کیا زیر زمیں تو نے دفن ۴۰۴ نامرد جو تھے اُن کو کیا بر سرِ کار

اے آنکہ بکنہت نرسد ادراکے کونین بہ پیش رحمت خاشاکے
از روئے کرم اگر بخشی مارا ۴۰۵ بخشیدۂ از لطفِ تو مشتے خاکے

اے وہ کہ نہ تجکو پائے ادراک آگے تری رحمت کے دو عالم خاشاک
بخشیگا جو از راہ کرم تو مجکو ۴۰۵ بخشش تری ہوگی۔ گویا اک مشت خاک

بے پا و سر آں دشت خوں آشامی مُردند ز حسرتِ دو عشم ناکامی
محنت زدگانِ وادیٔ شوقِ ترا ۴۰۶ ہجراں کُشد و اجل کشد بدنامی

خونی صحرا ہے، ہجر گویا ایسا ناکام ہزاروں ہی کو جس نے مارا
محنت زدگانِ وادیٔ شوق اکثر ۴۰۶ فرقت میں مرے اجل نے بدنام کیا

دستے نہ کہ از نخلِ تو چینم ثمرے چشمے نہ کہ بر خویش بگریم قدرے
پائے نہ کہ در کوئے تو یابم گذرے ۴۰۷ روئے نہ کہ بر خاک بمالم سحرے

وہ ہاتھ کہاں جو تجھے آغوش میں لیں آنکھیں نہیں جو مال پہ میرے روئیں
وہ پاؤں نہیں جائیں جو کوچے میں ترے ۴۰۷ در پر ترے سودہ ہو کہاں ایسی جبیں

اے بر سر ہر کس از خیالِ تو بسے — بے یادِ تو بر نیاید از دل نفسے
مفروش مرا بخش آزاد مکن — ۴۰۸ من خواجہ یکے دارم و تو بندہ بسے

ہر شخص کے دل میں ہیں تیرے جلوے بے — کرتے ہیں تجھے یاد ہر اک دم بندے
آزاد نہ کر نہ بخش تو مجھکو نہ بیچ — ۴۰۸ تو ہی مرا آقا ہے۔ بہت بندے ترے

اوّل ہمہ جامِ آشنائی دادی — آخر بہ ستم زہرِ جدائی دادی
چوں کشتہ شدم بگفتی کیں کشتہ کیست — ۴۰۹ داد از تو کہ دادِ بیوفائی دادی

خود مجھکو پلایا جامِ آشنائی پہلے — خود زہرِ جدائی سے کیا کشتہ مجھے
جب مر گیا میں۔ کہا۔ ہے کشتہ کس کا؟ — ۴۰۹ گویا دی آپ۔ دادِ بیوفائی تو نے

اے کاش مرا بنفت آلانیدے — آتش بزدندے و بنجشانیدے
در چشمِ عزیزِ من نمک سانیدے — ۴۱۰ وز دوست جدا شدن نفرمانیدے

روغن نقط ہی اے کاش چھڑک کر مجھپر — آگ دیتے مجھے ہو جاتا بھسم میں جلکر
تھا یہ بہتر مری آنکھوں میں نمک بھر دیتے — ۴۱۰ دوست سے پھر جدا مجکو نہ کرتے دم بھر

اے دل ز شرابِ جہل مستی تا کے — وے نیست شوندہ لاف ہستی تا کے
گر غرقہ بحرِ غفلت و آزنہ — ۴۱۱ تر دامنی و ہوا پرستی تا کے

اے دل یہ ے جہل سے ستی کب تک — ہو جائیگا معدوم۔ لاف ہستی کب تک
گر غرق نہیں ہے بحرِ غفلت میں تو پھر — ۴۱۱ تر دامنی و نفس پرستی کب تک

گر صید عدم شوی ز خود رستہ شوی ور در صفت خویش روی بستہ شوی
می داں کہ وجود تو حجاب رہ تست باخود منشیں کہ ہر زماں خستہ شوی ۴۱۲

تو صید عدم ہو تو خودی سے چھوٹے ہو صید خودی جو اپنا پابند رہے
ہاں تیرا وجود ہے حجاب رہ حق تو چھوڑ خودی اپنی کہ مقصد پائے ۴۱۲

اے دل تا کے مصیبت افزا گردی اے خوں شدہ در و پیا گردی
انداختیم در بدر و کوئے بکوئے رسوا کردی مرا تو رسوا گردی ۴۱۳

اے دل کبتک مصیبت افزا ہوگا کبتک خوں ریز و درد پیما ہوگا
تو مجکو پھرا رہا ہے در در افسوس رسوا کیا مجکو خود بھی رسوا ہوگا ۴۱۳

تا بتوانی بکش بجاں بار دلی می کوش کہ تا شود ترا یار دلی
آزار دلی مجوے کہ ناگاہ کنی کار دو جہاں در سر آزار دلی ۴۱۴

جبتک بھی ہو تو جان پہ سہ دل کا بار کر سعی کہ ہو صاحب دل تیرا یار
دل کو نہ ستا کبھی کہیں ایسا نہ ہو پہنچے تجھے ناگاہ دو جہاں کا آزار ۴۱۴

دنیا راہے بہشت منزل گاہے ایں ہر دو بنزد اہل معنی کاہے
گر عاشق صادقی زہر دو بگذر تا دوست ترا بخود نماید راہے ۴۱۵

دنیا ہے راہ ۔ خلد ہے منزل گاہ یہ دونوں ہیں نزد اہل معنی پر کاہ
ش ۔ ۔ ۔ ۴۱۵ ۔ ۔ ت دکھائے تجھے راہ

در مدرسہ گرچہ دانش اندوز شوی | وز گرمیٔ بحث مجلس افروز شوی
در مکتب عشق با ہمہ دانائی | سرگشتہ چو طفلان نوآموز شوی

تو مدرسہ میں ہو گرچہ دانش اندوز | اور گرمیٔ بحث میں ہو مجلس افروز
ہے مکتب عشق میں بائیں دانائی | لڑکوں کی طرح گویا ہے تو نوآموز

گفتم کہ کرائی تو بدیں زیبائی | گفتا خود را کہ من خودم یکتائی
ہم عشقم و ہم عاشق و ہم معشوقم | ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

جب پوچھا ہے کون تو۔ بائیں زیبائی | بولا۔ میں خود ہی ہوں بائیں یکتائی
خود عشق ہوں۔ خود عاشق و خود ہی معشوق | خود آئینہ۔ خود جمال خود بینائی

تمت

ضروری اعلان

چونکہ رباعیات حضرت سلطان ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس منظوم ترجمہ کا حق اشاعت دوامی جناب مترجم صاحب سے میں نے حاصل کر لیا ہے اسلئے صاحبان مطابع و ناشرین و تاجران کتب سے التماس ہے کہ وہ اس ترجمہ کو چھاپنے اور شائع کرنے کا قصد نہ فرمائیں اور نفع کے عیوض نقصان نہ اٹھائیں۔ جس قدر جلدیں مطلوب ہوں ہم سے طلب فرمائیں۔

المعلن

قربان علی بسمل ایڈیٹر "اردوئے معلی" مالک شاہجہانی پریس دہلی

رباعیات عمر خیام

معہ ترجمہ منظوم اردو تاج الکلام جس میں عمر خیام کی مفصل سوانح عمری بھی معہ بلاک فوٹو کے شامل ہے۔

سب سے پہلے عمر خیام کا فوٹو ہے۔ اس کے بعد اسّی صفحوں پر عمر خیام کی زندگی کے حالات ہیں۔ پھر ایک سو بانوے صفحوں پر سات سو چونسٹھ حکیم عمر خیام کی فارسی رباعیاں اور ہر فارسی رباعی کے نیچے ملک الکلام قوی مرحوم کی اردو رباعیاں بطور ترجمہ کے درج ہیں۔ الغرض پونے تین سو صفحوں کا نادر مجموعہ معہ ہاف بونڈ جلد کے دو روپیہ چار آنے۔ مجلد پارچہ دو روپے آٹھ آنے ہیں۔

رباعیات سرمد مرحوم

معہ اردو ترجمہ جواہر منظوم باضافہ رفعات حضرت سرمدؒ۔ حضرت سرمد شہید کا اورنگزیب عالمگیر کے حکم سے قتل ہونیکا واقعہ کس نے نہ سنا ہوگا لیکن حضرت مولینا ابوالکلام آزاد نے جیسا موثر نقشہ اس کا کھینچا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ پوری سوانح سرمد مولینا آزاد کے قلم سے ہے اور اس کے ساتھ سرمد کی تمام رباعیاں بھی معہ ترجمہ منظوم موجود ہیں۔ رباعیات سرمد اسلامی تصوف اور عارفانہ چٹکلوں کا ایسا نادر ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں کہ دنیا کی کوئی زبان ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ترجمہ میں بھی سرمد کا مستانہ رنگ جھلکتا ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد ہاف بونڈ ۱۴ر

قربان علی۔ دفتر اردوئے معلی شاہجہانی پریس دہلی